

فقہی قواعد کلیہ میں فقہاء کا اسلوب و منہج

ڈاکٹر ذوالفقار علی ☆

قواعد کلیہ کا تعارف

نفت میں قاعدہ کسی چیز کی اساس اور بنیاد کو کہتے ہیں (۱) اور اس کی جمع قواعد آتی ہے۔ اس بنا پر عمارت کی بنیادوں کو ”قَوَاعِدُ الْبَيْتِ“ اور ہودے کی لکڑیوں کو ”قَوَاعِدُ الْهُودَجِ“ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں دو جگہ قواعد کا لفظ اسی لغوی مفہوم کے اعتبار سے وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ يُرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ (۲)۔

(اور یاد کرو جب اٹھاتے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام)۔

﴿فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ (۳)۔

(پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارت پر بنیادوں سے، پھر گر پڑی ان پر چھت اوپر سے)۔

فقہاء قواعد کلیہ کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

الْقَاعِدَةُ: هِيَ قَضِيَّةٌ كَلِمَةٌ مُنْطَبِقَةٌ عَلَى جَمِيعِ جُزْئِيَّاتِهَا (۴)

(قاعدہ وہ حکم کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو)۔

الْقَاعِدَةُ: حُكْمٌ كُلِّيٌّ يَنْطَبِقُ عَلَى جَمِيعِ جُزْئِيَّاتِهِ لِيَتَعَرَّفَ أَحْكَامُهَا مِنْهُ (۵)

(قاعدہ وہ حکم کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو، تاکہ اس سے جزئیات کے احکام معلوم کیے جاسکیں)۔

قاعدے کی درج بالا دونوں تعریفیں اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں سوائے اس کے کہ پہلی تعریف کی نسبت دوسری تعریف میں زیادہ توضیح پائی جاتی ہے۔ قاعدے کی اس قسم کی تعریف اگرچہ دیگر علوم و فنون کے لیے تو درست ہے مگر فقہی اور قانونی مسائل و احکام کے لیے ناقص معلوم ہوتی ہے۔ جیسے نحو کا قاعدہ ہے: فاعل مرفوع، مفعول منصوب اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ عربی زبان و ادب کے یہ تینوں اصول، فاعل، مفعول اور مضاف الیہ اپنی تمام تر جزوی صورتوں کا احاطہ کرتے ہیں یعنی کوئی فاعل، مفعول یا مضاف الیہ ایسا نہیں ہے جس کی کوئی جزئی اپنے قاعدہ

☆ اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج کلر سیداں، راولپنڈی

کلیہ سے باہر ہو۔ شریعت اسلامیہ کو سمجھنے والے علماء اصولین ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ: "أَلَا مُرُّ لَلْمُجُوبِ وَالنَّهْيِ لِلْمُحْرِمِ" (۶)۔ (امر و وجوب کے لیے اور نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے)۔ یہ قاعدہ بھی اپنی تمام جزئیات پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔ مگر فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ کا معاملہ ان اصولی معاملات سے ذرا مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی قاعدہ کلیہ بھی اپنی تمام جزئیات و فروعات پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بہت سی استثنائی صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنے قاعدے کے اطلاق سے باہر رہتی ہیں۔ مثلاً: فقہی قاعدہ ہے: "الْقَلْدِيمُ يَتْرُكُ عَلِيَّ قَدِيمَهُ" (۷)۔ (قدیم کو اس کی قدامت پر چھوڑا جائے گا) لیکن ضرر کو اس سے استثنائی صورت حاصل ہوگی یعنی "الضَّرَرُ لَا يَكُونُ قَدِيمًا" (۸)۔ (ضرر کسی قدیم نہ ہوگا)۔ اسی طرح سیر کے حوالے سے قاعدہ ہے: "الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيِ الْمُسْلِمِينَ" (۹)۔ (مسلمانوں پر جہاد واجب ہے)۔ اب اس میں بہت سی ایسی استثنائی صورتیں بھی ہیں جن کے تحت جہاد ہر مسلمان پر واجب نہیں ہوتا (۱۰)۔ اس لیے بعض فقہاء فقہی قاعدے کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

حُكْمٌ أَكْثَرِيٌّ لَا كَلْفِيٌّ يَنْطَبِقُ عَلَيِ أَكْثَرِ جُزْئِيَّاتِهِ لِنَعْرِفَ أَحْكَامَهَا مِنْهُ (۱۱)۔

(قاعدہ وہ حکم اکثری ہے نہ کلفی، جس کا اپنی اکثر جزئیات پر اطلاق ہوتا ہو اور اس سے فقہی احکام معلوم ہو سکیں)۔

هَذَا الْحُكْمُ الْكَلْفِيُّ أَوْ الْأَكْثَرِيُّ الَّذِي يُرَادُ بِهِ مَعْرِفَةُ حُكْمِ الْجُزْئِيَّاتِ (۱۲)۔

(قاعدہ وہ کلفی یا اکثری حکم ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس کے ذریعے جزئیات کا حکم معلوم کیا جاسکے)۔

قاعدے کی درج بالا دونوں تعریفوں میں جو چیز مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قاعدہ وہ اصول یا مقولہ ہے جس کے کہنے سے ایک عام آدمی کو بہت سے قانونی اور شرعی احکام سمجھ میں آجائیں۔ اگر عام زبان میں اس کا مفہوم ادا کیا جائے تو وہ "ایک جامع بات یا فارمولے" کے مفہوم کے قریب تر ہے۔ جہاں تک اس کی قانونی اور دستوری حقیقت و ماہیت کا تعلق ہے تو مصطفیٰ احمد الزرقاء (م ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کے بقول: "أَصُولٌ فَفَهِيَّةٌ كَلْمِيَّةٌ فِي نُصُوصِ مُوجِزَةٍ دَسْتُورِيَّةٍ تَتَضَمَّنُ أَحْكَامًا تَشْرِيْعِيَّةً عَامَةً فِي الْحَوَادِثِ الَّتِي تَدْخُلُ تَحْتِ مَوْضُوعِهَا" (۱۳)۔ یعنی قواعد کلیہ وہ فقہی اصول ہیں جنہیں مختصر قانونی زبان میں اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ ان میں اپنے موضوع کے تحت آنے والے تمام شرعی احکام شامل ہو جائیں)۔

کتب فقہ میں پائے جانے والے کثیر تعداد میں قواعد کلیہ اپنی وسعت اور دائرہ کار کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض قواعد کلیہ کو اساسی حیثیت حاصل ہے جن کی فروعات تمام فقہی ابواب میں پائی جاتی ہیں۔ جیسے "الْقَوَاعِدُ الْخَمْسُ" ہیں اور بعض قواعد کلیہ ایسے بھی ہیں جن میں اتنی گہرائی یا وسعت نہیں پائی جاتی، ان کی جزئیات صرف ایک آدھ باب کو ہی شامل ہوتی ہیں۔ ایسے قاعدے کلیہ کو فقہاء ضابطہ یا فائدہ کا نام دیتے ہیں (۱۴)۔ ابن نجیم (م ۷۹۷ھ/ ۱۵۶۳ء) قاعدے اور ضابطے کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "إِنَّ الْقَاعِدَةَ تَجْمَعُ

فُرُوعًا مِنْ أَبْوَابِ شَيْءٍ، وَالضَّابِطُ يَجْمَعُهَا مِنْ بَابٍ وَاجِدًا“ (۱۵)۔ (قاعدہ وہ ہے کہ جس کی فروعاً مختلف ابواب کا مجموعہ ہوں جب کہ ضابطہ وہ ہے کہ جس کی فروعاً ایک ہی باب پر مشتمل ہوں)۔ اس اعتبار سے ”الْمُسْتَقْبَلُ لَا يُوَفِّعُ بِالشُّكِّ“ (۱۶)۔ (یقین شک کی وجہ سے اصل نہ ہونے)۔ قاعدہ ظہیر ہے کیوں کہ اس کی فروعاً نہ کسی خاص باب کے بجائے ہر باب میں پائی جاتی ہیں، جب کہ ”شَعْرُ الْحَيَوَانِ فِي حُكْمِ السَّنْفِصْلِ عَنْهُ لَا فِي حُكْمِ الْمُتَّصِلِ“ (۱۷)۔ (جانور کے بالوں کا حکم اس سے جدا چیز کا حکم ہے نہ کہ متصل کا)۔ قاعدہ کے بجائے ضابطہ ہے کیوں کہ اس کا تعلق صرف باب الحيوانات سے ہے۔ اگر قاعدے اور ضابطے کے اس فرق کو سامنے رکھ کر فقہاء کی قواعد ظہیر سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تفریق واضح طور پر نظر آتی ہے۔ مثلاً:

علامہ سبکی (م ۷۷۷ھ/۱۳۶۹ء) نے اپنی کتاب ”الْأَشْبَاهُ وَ النُّظَائِرُ“ میں بعض قواعد کے تحت ”الْقَوَاعِدُ الْغَامِئَةُ“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے جب کہ کئی ایک قواعد کو ”الْقَوَاعِدُ الْخَاصَّةُ“ کا نام بھی دیا ہے اور انہیں فقہی ابواب کی ترتیب پر مدون کیا ہے۔ اسی ترتیب کو امام سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) نے اختیار کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ”الْأَشْبَاهُ وَ النُّظَائِرُ“ کے پہلے باب میں پانچ بنیادی قواعد کو مکمل شرح و بسط کے ساتھ لکھا پھر ”ضوابط“ کو کتاب کے پانچویں باب میں جا کر جگہ دی ہے۔ ایسے ہی ابن نجیم (م ۷۹۷ھ/۱۵۶۳ء) نے اپنی کتاب ”الْأَشْبَاهُ وَ النُّظَائِرُ“ میں چھ بنیادی قواعد کو ”الْفَنَّ الْأَوَّلُ“ کے عنوان کے تحت اور ضوابط کو ”الْفَنَّ الثَّانِي“ کے عنوان کے تحت ترتیب دیا ہے۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ قاعدے اور ضابطے کے درمیان مذکورہ بالا فرق بعض متاخرین فقہاء کا وضع کردہ ہے۔ جہاں تک قدیم فقہاء کی ترتیب کا تعلق ہے تو ان کے پیش نظر ایسی کوئی تفریق موجود نہ تھی بلکہ انہیں سب فقہ سے جو بھی قاعدہ ظہیر دستیاب ہو یا انہوں نے خود مستنبط کیا تو اسے قاعدہ یا ضابطہ کا نام دینے بغیر حسب ضرورت اپنی کتب میں درج کر دیا۔ ایسے بے شمار قواعد ظہیر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) کی ”کتاب الخراج“ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ/۸۰۵ء) کی کتاب ”السیر الکبیر“ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ/۸۱۹ء) کی کتاب ”الأم“ اور ”الرسالة“ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۹۸ھ/۱۰۰۹ء) کی کتاب ”المسوط“ اور ”شرح السیر الکبیر“، کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) کی کتاب ”البدائع الصنائع“، مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء) کی کتاب ”الهدایة“ وغیرہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ قواعد ظہیر کے موضوع پر پائی جانے والی بعض ایسی وقع اور شہرہ آفاق کتب بھی ہیں جن میں ضوابط، فوائد یا استثنائی صورتوں ہی کا ذکر ہے لیکن ان آئمہ کبار نے انہیں بھی قواعد ظہیر کا نام دیا ہے۔ مثلاً قرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۸۳ھ/۱۲۸۵ء) نے ”الذُّعْرُوقُ“ میں ”الضَّابِطُ“ کی جگہ ”الْفَاعِلَةُ“ یا ”الْمُسْتَفْلَةُ“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) کی کتاب ”القواعد فی الفقہ الاسلامی“ فقہی ابواب اور احکام و مسائل پر مشتمل ہے لیکن وہ انہیں ”قواعد“ کا نام دیتے ہیں۔

فقہاء کے نزدیک اصولی اور فقہی قاعدہ کلیہ کے درمیان بنیادی قسم کا فرق پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان فنون میں سے ہر ایک فن اپنا مستقل وجود اور موضوع رکھتا ہے (۱۸)۔ جس بنا پر فقہاء کی ان دونوں فنون یعنی ”اصول فقہ اور احکام فقہ“ میں الگ الگ کتابیں پائی جاتی ہیں اور ان دونوں میں وہ ایسا ہی فرق روا رکھتے ہیں جیسا کہ شریعت اور فقہ میں فرق پایا جاتا ہے (۱۹)۔ بہر حال اصولی اور فقہی قواعد کلیہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کے مابین حسب ذیل قسم کا فرق نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

- الف۔ اصولی قاعدہ کلیہ اولیٰ شرعیہ پر مشتمل ہوتا ہے، جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ جزئیات کے مجموعے کو کہتے ہیں۔
- ب۔ اصولی قاعدہ کلیہ سے شرعی احکام مستنبط کیے جاسکتے ہیں جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔
- ج۔ اصولی قاعدہ کلیہ کی تمام جزئیات اپنے موضوع پر منطبق ہوتی ہیں جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ میں تمام جزئیات کی بجائے اکثر جزئیات منطبق ہوتی ہیں اور ہر قاعدہ کلیہ میں کوئی نہ کوئی استثنائی صورت بھی موجود ہوتی ہے۔
- د۔ اصولی قاعدہ کلیہ کو فقہی قاعدہ کلیہ پر ایسی ہی برتری حاصل ہے جیسی کہ اصولی طور پر قرآن مجید کو سنت نبویہ پر۔
- هـ۔ اصولی اور فقہی قاعدہ کلیہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مجتہد اصولی قواعد کلیہ کو سامنے رکھ کر احکام شرعیہ مستنبط کرتا ہے جب کہ فقہی قاعدہ کلیہ کو احکام اور جزئیات کی تخریج کے بعد وضع کیا جاتا ہے۔

اہمیت و افادیت

فقہی قواعد کلیہ کو دنیا بھر کے مروجہ قوانین میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی سچائی اور افادیت کو آفاقی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی میں پائے جانے والے قواعد کلیہ کی تخریج اور استنباط چون کہ قرآن و سنت اور اس کے ذیلی ماخذ و مصادر پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ قواعد کلیہ دنیا بھر کے قانونی ضابطوں پر کئی گنا فوقیت رکھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم جنہوں نے فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ کو مرتب کیا یا زبانی یاد کیا تو انہیں وہ مقام و مرتبہ حاصل ہو گیا جو دیگر عام علماء و فقہاء کے حصے میں نہیں آیا تھا۔ اس بنا پر ہر دور میں ایسے علماء و فقہاء پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے قواعد کلیہ کی جمع و تدوین کو ہی اپنی تحقیق کا موضوع بنائے رکھا جس کی وجہ سے آج ہمیں سینکڑوں کتب اور ہزاروں کی تعداد میں قواعد کلیہ کا وسیع ذخیرہ دستیاب ہے۔

علامہ قرنی (م ۶۸۲ھ / ۱۲۸۵ء) فقہ اسلامی میں قواعد کلیہ کی اہمیت و افادیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

”وَهَذِهِ الْقَوَاعِدُ مُهِمَّةٌ فِي الْفِقْهِ، عَيْنُ السَّمْعِ، وَبِقَدْرِ الْإِحْاطَةِ بِهَا يُعْظَمُ قَدْرُ الْفَقِيهِ وَيَشْرَفُ وَيُظْهَرُ رُؤْيُ الْفِقْهِ وَيُعْرَفُ، وَتَتَّضِعُ مَنَاهِجُ الْفَتَاوَى وَتُكْشَفُ فِيهَا تَنَافُسُ الْعُلَمَاءِ، وَتَفَاضُلُ الْفَضَلَاءِ، وَبَرَزَ الْقَارِحُ عَلَى الْجَدِّعِ، وَحَازَ قَصَبَ السَّبْقِ مَنْ فِيهَا بَرَعَ، وَمَنْ جَعَلَ يُخْرِجُ الْفُرُوعَ بِالْمُنَاسَبَاتِ الْبُحْرَانِيَّةِ“

دُونَ الْقَوَاعِدِ الْكُلِّيَّةِ، تَنَاقَضَتْ عَلَيْهِ الْفُرُوعُ، وَ اِخْتَلَفَتْ، وَ تَزَلُّزَتْ حَوَاطِرُهُ،
 فِيهَا وَ اضْطَرَبَتْ، وَ صَاقَتْ نَفْسَهُ لِدَلِكِ وَ قَطَطَتْ، وَ اِحْتِمَاجَ اِلَى حِفْظِ الْجَزِيَّاتِ
 اَلَّتِي لَا تَنَاقُضُ، وَ اَنْتَهَى الْعُمُومُ، وَ اَمَّ تَقْضِي نَفْسَهُ مِنْ طَلَبِ مُنَاقَا، وَ مِنْ صَبْطِ اَلْفِقْهِ
 بِقَوَاعِدِهِ اسْتَعْنَى عَنْ حِفْظِ اَكْثَرِ الْجَزِيَّاتِ، لِأَنَّهُ دَرَجَاتُ فِي الْكُلِّيَّاتِ، وَ اَتَّخَذَ عِنْدَهُ
 مَا تَنَاقُضُ عِنْدَ غَيْرِهِ وَ تَنَاسَبَ، وَ اَجَابَ الشَّاسِعَ اَلْبَعِيدَ وَ تَقَارَبَ، وَ حَصَلَ طَلَبُهُ
 فِي اَقْرَبِ الْاَزْمَانِ، وَ اَنْشَرَحَ صَدْرُهُ لِمَا اَشْرَقَ فِيهِ مِنَ الْبَيَانِ، فَبَيَّنَ اَلتَّنَاقُضَ
 شَاوِعِيَّةً، وَ بَيَّنَ الْمُنْزِلَتَيْنِ تَفَاوُثَ شَدِيدَةً“ (۲۰)۔

(فقہ اسلامی میں قواعد کلیہ کی بہت زیادہ اہمیت اور افادیت ہے۔ کوئی نتیجہ جتنا ان پر حاوی ہوگا اتنی
 ہی اس کی قدر و منزلت بڑھے گی فقہ کی بہار اس پر عیاں ہوگی اور وہ باختر عالم ہوگا۔ قوی دینے کے
 مختلف اسلوب اس پر واضح اور منکشف ہوں گے، علماء اس علم کے حصول میں ایک دوسرے پر
 مسابقت کرتے ہیں اور فضلاء ایک دوسرے پر فضیلت کے دعوے کرتے ہیں۔ اس علم کے حاصل
 کرنے پر بڑا عالم چھوٹے عالم سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس علم کے ماہر کے قلم کی نوک مقابلے میں
 سبقت حاصل کرتی ہے اور جو قواعد کلیہ کو چھوڑ کر جزئیات کی مناسبت سے احکام مرتب کرتا ہے،
 اس پر فروعی احکام میں پائے جانے والے اختلافات مشتبہ ہو جاتے ہیں، اور خیالات اس کے
 متزلزل و مضطرب ہو جاتے ہیں اور کٹھن محسوس کرتے ہوئے مایوس ہو جاتا ہے اور وہ لامتناہی
 جزئیات یاد کرنے کا محتاج بن جاتا ہے۔ عمر گزر جاتی ہے مگر اس کے نفس کی طلب پوری نہیں ہوتی۔
 اس کے مقابلے میں وہ شخص جو فقہی قواعد کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ کثیر تعداد میں جزئیات یاد کرنے سے
 مستغنی ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ جزئیات ان کلیات میں شامل ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ہاں تناقض
 امور اس کے ہاں یکجا اور متناسب ہو جاتے ہیں، وہ عالم چھوٹے اور بڑے مسائل کا جواب دے
 سکتا ہے اور اپنی علمی طلب کو مختصر وقت میں حاصل کر لیتا ہے اور اسے اس وقت شرح صدر ہو جاتا
 ہے جب کوئی بیان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دو مقاموں کے درمیان واضح فرق ہے)۔

علامہ قرافی ”الذخیرۃ“ میں لکھتے ہیں:

”فَإِنَّ كُلَّ فِقْهِ لَمْ يُخْرَجْ عَلَى الْقَوَاعِدِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ“ (۲۱)

(یعنی ہر وہ فقہ جس کی تخریج قواعد کے مطابق نہ ہوئی ہو، وہ کسی کام کی نہیں)۔

عثمانی ترکوں کے دور میں معرض وجود میں آنے والے ”مجلد الاحکام العدلیة“ کے مرتبین نے جہاں مجلد میں معاملات سے متعلقہ مسائل و احکام مرتب کیے ہیں، وہاں انھوں نے ننانوے دفعات پر مشتمل قواعد کلیہ بھی جمع کیے ہیں جن کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”إِنَّ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ الْفُقَهَاءِ قَدْ أَرْجَعُوا الْمَسَائِلَ الْفُقَهِيَّةَ إِلَى قَوَاعِدٍ كَلْبِيَّةٍ، كُلُّ مِنْهَا ضَابِطٌ وَ جَامِعٌ لِمَسَائِلَ كَثِيرَةٍ وَ تِلْكَ الْقَوَاعِدُ مُسَلِّمَةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي الْكُتُبِ الْفُقَهِيَّةِ تَتَّخِذُ أُدِلَّةً لِأَثْبَاتِ الْمَسَائِلِ وَ تَفْهَمُهَا فِي بَادِيءِ الْأَمْرِ يُوجِبُ الْأَسْتِنْسَانُ بِالْمَسَائِلِ وَ يَكُونُ وَسِيلَةً لِتَقَرُّرِهَا فِي الْأَذْهَانِ..... ثُمَّ إِنَّ بَعْضَ هَذِهِ الْقَوَاعِدِ وَ إِنْ كَانَ بِحَيْثُ إِذَا انْفَرَدَ يُوجِدُ مِنْ مُشْتَمَلَاتِهِ بَعْضَ الْمُسْتَشْنِيَّاتِ، لَكِنْ لَا تَخْتَلُّ كَلْبِيَّتُهَا عُمُومُهَا مِنْ حَيْثُ الْمَجْمُوعِ، لِمَا أَنَّ بَعْضَهَا يُخَصِّصُ وَ يُقَيِّدُ بَعْضَهَا آخِر“ (۲۲)۔

(محققین فقہاء نے مسائل فقہیہ کو قواعد کلیہ کے تحت درج کیا ہے۔ ان میں سے ہر قاعدہ ایک ضابطہ ہے جو بہت سے مسائل کا جامع ہے۔ یہ قواعد کلیہ فقہی کتب میں بڑے معتبر اور مسلم سمجھے جاتے ہیں۔ مسائل کے حل کے لیے انھیں بطور دلیل بنایا جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر مسائل سے مانوس ہونے اور انھیں ذہن نشین کرنے کے لیے یہ قواعد وسیلہ بنتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض ایسے قواعد کلیہ بھی ہیں جن کا اگر الگ حیثیت سے جائزہ لیا جائے تو ان کی جزئیات میں بعض مستثنیات بھی شامل ہوتی ہیں، لیکن اس سے مجموعی طور پر ان کی کلی اور عمومی حیثیت متاثر نہیں ہوتی کیوں کہ اگر کسی ایک قاعدے میں کوئی تخصیص پیدا ہو جاتی ہے تو دوسرے میں کوئی اور استثنائی صورت بھی پیدا ہو رہی ہوتی ہے)۔

قواعد کلیہ پر مشتمل بہت سی کتب ایسی ہیں جو ”الأشباہ و النظائر“ کے نام سے معروف ہیں۔ فقہاء نے ان کتب میں ملتے جلتے مسائل و احکام اور ان کے اسرار و رموز کو قواعد کلیہ کے تحت جمع کر دیا ہے۔ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) (۲۳) اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

”إِعْلَمَنَّ أَنَّ فَنَّ الْأَشْبَاهِ وَ النَّظَائِرِ فَنَّ عَظِيمٌ، بِهِ يُطَّلَعُ عَلَى حَقَائِقِ الْفِقْهِ وَ مَدَارِكِهِ، وَ مَا جَدَّهِ وَ أَسْرَارِهِ، وَ يَتَمَهَّرُ فِي فِهْمِهِ وَ اسْتِحْضَارِهِ، وَ يُقْتَدِرُ عَلَى الْإِلْحَاقِ وَ التَّخْرِيجِ، وَ مَعْرِفَةِ أَحْكَامِ الْمَسَائِلِ الَّتِي لَيْسَتْ بِمَسْطُورَةٍ، وَ الْحَوَادِثِ وَ الْوَقَائِعِ

الَّتِي لَا تَنْقُضِي عَلَيَّ مَمَرًا زَمَانًا“ (۲۳)

(جان لیجیے کہ اشباہ و نظائر کا فن (علم) ایک عظیم فن ہے۔ اسی سے فقہی حقائق، اس کے مفاہیم، مآخذ اور اسرار و رموز پر اطلاع ہوتی ہے اور اسی فن سے فقہی فہم میں مہارت اور اس کے مسائل کا استخراج ہوتا ہے۔ الحاق اور تخریج پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور ان مسائل کے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو ضبط تحریر میں نہیں آسکتے اور ایسے حادثات و واقعات جو گردش زمانہ سے ختم نہیں ہوتے)۔

مذکورہ بالا عبارات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو قواعد کلیہ کی اہمیت و افادیت کے لیے حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- الف۔ قواعد کلیہ سے فقہ کی فہم اور شریعت اسلامیہ کے اسرار و رموز کا علم حاصل ہوتا ہے۔
 - ب۔ قواعد کلیہ کو یاد کرنے والے علماء کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔
 - ج۔ قواعد کلیہ کے حفظ کی بنا پر علماء مذاکروں اور مباحثوں میں دوسروں پر سبقت حاصل کرتے ہیں۔
 - د۔ قواعد کلیہ کے ازبر ہونے سے کثیر تعداد میں جزئیات یاد کرنے سے نجات مل جاتی ہے۔
 - ه۔ امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کے علماء و فقہاء قواعد کلیہ کی اہمیت و افادیت کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے ان کی کتب میں جزئیات کے ساتھ ساتھ قواعد کلیہ بھی پائے جاتے ہیں۔
 - و۔ قواعد کلیہ میں مہارت کی وجہ سے فکری انتشار اور فقہی اختلافات سے بچا جاسکتا ہے۔
 - ز۔ عمومی قواعد کلیہ کی معرفت سے مقاصد شریعت کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جیسے قاعدہ کلیہ ہے: "الضَّرُورَاتُ تُبَيِّحُ الْمَحْظُورَاتِ" ضرورتیں حرام چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔ اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ بندوں سے تکالیف دور کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا مقاصد شریعت میں سے ہے۔
- عصر حاضر میں بھی قانون سازی کے وقت قواعد کلیہ (Legal Maxims) سے رہنمائی لی جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دساتیر ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں ان سے استفادہ کیا گیا۔ موخر الذکر دستور کے آرٹیکل ۲۹ تا ۴۰ میں Principles of Policy (حکمت عملی کے اصول) کے عنوان کے تحت انہیں درج کیا گیا ہے تاکہ آئندہ قانون سازی میں انہیں پیش نظر رکھا جاسکے۔ ہماری ملکی عدالتیں بھی قانونی مقدمات کے فیصلوں میں ان قواعد کلیہ سے استفادہ کرتی ہیں۔ ایک انگریزی مقولہ ہے:

"If the law is inadequate, the maxim serves in its place."

(یعنی قانون کی عدم موجودگی میں مقولے اس کی جگہ لیتے ہیں)۔

قواعد کلیہ کا دائرہ کار

قواعد کلیہ چونکہ فقہی احکام و جزئیات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے دائرہ کار اور وسعت پذیری میں فقہی ادب کا بہت زیادہ عمل دخل رہا ہے۔ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں سے متعلق جیسے قرآن و حدیث اور کتب فقہ میں احکام پائے جاتے ہیں ایسے ہی ان احکام پر مشتمل قواعد کلیہ کا بھی وسیع ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ مرد و زمانہ کے ساتھ ساتھ ان دونوں شعبوں میں یکساں ترقی لازم و ملزوم ہے۔

فقہاء نے قرآن مجید، کتب احادیث اور فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں بیان کردہ قواعد کلیہ کی ابواب بندی کرتے ہوئے انھیں فقہی احکام کی طرح آٹھ بڑے شعبوں میں تقسیم کیا ہے جن کا مختصر اعراف حسب ذیل ہیں:

۱۔ عبادات

فقہ اسلامی کا اولین شعبہ عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ فقہ کی ہر کتاب اسی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔ اسے ”فقہ العبادات“ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس باب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- لَا تَوَابَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ (۲۵)
- (نیت کے بغیر ثواب حاصل نہیں ہوتا)۔
- اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الصَّلَاةِ (۲۶)
- (نماز کی درستی میں قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے)۔
- لَا تَجِبُ الصَّلَاةُ إِلَّا عَلَى مُسْلِمٍ (۲۷)
- (نماز صرف مسلمان پر ہو فرض ہوتی ہے)۔
- صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي النَّوْبِ الْحَرَبِيِّ مُحَرَّمَةٌ (۲۸)۔
- (ریشمی کپڑے میں مرد کا نماز پڑھنا حرام ہے)۔
- لَا يَتَّبِعِي لِلْمُؤَدِّنِ وَالْإِمَامِ أَنْتَظَارُ أَحَدٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَرِيرًا (۲۹)۔
- (مؤذن اور امام کے لیے کسی کا انتظار کرنا درست نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ شریر ہو)۔
- لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِ الزَّوْجِ أَوْ كَانَ مُسَافِرًا (۳۰)۔
- (عورت کا نفل روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ شوہر کی اجازت ہو یا وہ سفر پر ہو تو پھر جائز ہے)۔

- كُلُّ الصَّدَقَاتِ حَرَامٌ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ (۳۱)۔
- (بنی ہاشم پر کسی بھی طرح کے صدقات ممنوع ہیں)۔
- إِذَا كَانَ الْغَالِبُ السَّلَامَةَ عَلَى الطَّرِيقِ فَالْحَجُّ فَرَضٌ وَالْأَلَا (۳۲)۔
- (جب راستے میں غلبہ سلامتی کا ہو تو حج فرض ہے ورنہ نہیں)۔
- الْحَجُّ تَطَوُّعًا أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ النَّافِلَةِ (۳۳)۔
- (نفل حج کرنا، نفل صدقہ کرنے سے افضل ہے)۔

۲۔ مناکحات

فقہ اسلامی کا دوسرا بڑا شعبہ مناکحات کا ہے جس میں عائلی زندگی سے متعلقہ امور یعنی نکاح، طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، لعان، حقوق زوجین اور حقوق اولاد ایسے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اس باب کو ”الْأَحْوَالُ الشَّخْصِيَّةُ“ یا ”فِقْهُ الْأُسْرَةِ“ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس باب سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- الْأَصْلُ فِي الْأَبْضَاعِ التَّحْرِيمُ (۳۴)۔
- (شرمگاہوں میں اصل حرمت ہے)۔
- النَّكَاحُ لَا يَفْسُدُ بِفَسَادِ الصَّدَاقِ (۳۵)۔
- (حق مہر میں کمی بیشی سے نکاح فاسد نہیں ہوتا)۔
- كُلُّ عَضْوٍ حُرْمٌ النَّظْرُ إِلَيْهِ، حُرْمٌ مَسَّهُ بِطَرِيقِ الْأُولَى (۳۶)۔
- (جس عضو کی طرف دیکھنا حرام ہو اُس کو چھونا بطریق اولیٰ حرام ہوتا ہے)۔
- الْوَطْئُ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ لَا يَخْلُوعَنَّ حَدًّا أَوْ مَهْرٍ إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ (۳۷)۔
- (دارالاسلام میں عورت سے صحبت سوائے دو مسکلوں کے حد یا مہر سے خالی نہیں ہوتی)۔

۳۔ معاملات

- فقہ اسلامی کا تیسرا بڑا شعبہ معاملات کا ہے جس میں بیع و شراء، شراکت، مضاربت، مزارعت، مساقات، اجارہ اور دیگر عقود مالیہ وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ جدید اصطلاح میں اسے ”فِقْهُ الْمَعَامَلَاتِ“ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس شعبے سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔
- الْمَعْرُوفُ بَيْنَ التَّجَارِ كَالْمَشْرُوطِ بَيْنَهُمْ (۳۸)۔
 - (تاجروں میں جو بات معروف ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے ان کے درمیان شرط ہو)۔

- كُلُّ مَا جَازَ بَيْعُهُ جَازٌ رَهْنُهُ وَمَا لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ لَا يَجُوزُ رَهْنُهُ (۳۹)۔

(ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہو اس کا رہن بھی جائز ہوتا ہے اور جس کی بیع جائز نہ ہو اس کا رہن بھی جائز نہیں ہے)۔

- كُلُّ مَا جَازَ بَيْعُهُ جَازَتْ هَيْبَتُهُ وَمَا لَا فَالَ (۴۰)۔

(ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے اس کا ہبہ بھی جائز ہے اور جس کی بیع جائز نہ ہو اس کا ہبہ بھی جائز نہیں ہے)۔

۴۔ معاشرت

فقہ اسلامی کا چوتھا بڑا شعبہ معاشرت کا ہے جس میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، رہن سہن، لباس، پردہ، کھانے پینے کے آداب، حلت و حرمت، غیر مسلموں سے تعلقات وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اسے ”الْحَضْرَ وَالْإِبَاحَةُ“ یا ”فِقْهُ التَّعَامُلِ الْجَمَاعِيِّ“ ایسے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس باب سے متعلقہ چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (۴۱)۔

(جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی سے ہوگا)۔

- إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ (۴۲)۔

(جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب تصور ہوگا)۔

- الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتَّى يَدُلَّ الدَّلِيلُ عَلَى التَّحْرِيمِ (۴۳)۔

(اشیا میں اصل اباحت ہے جب تک کہ اس پر حرمت کی دلیل قائم نہ ہو)۔

- مَا حُرِّمَ أَخْذُهُ حُرْمٌ إِعْطَاءُهُ (۴۴)۔

(جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے)۔

- لُبْسُ الْحَرِيرِ الْخَالِصِ حَرَامٌ عَلَى الرَّجُلِ إِلَّا لِدَفْعِ قُمَّلٍ أَوْ حَكَّةٍ (۴۵)۔

(خالص ریشم کا پہننا مرد پر حرام ہے سوائے اس کے کہ اس کا پہننا خارش یا ججوں کے دفع کے لیے ہو)۔

۵۔ خلافت و امارت

فقہ اسلامی کا پانچواں بڑا شعبہ خلافت و امارت کا ہے۔ اس میں معاشرے کے لیے حکومت و ریاست کی ضرورت، سربراہِ مملکت و انتظامیہ اور رعایا کے حقوق و فرائض اور انتظامیہ وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اسے احکام سلطانیہ، سیاست شرعیہ اور فقہِ دستوری ایسے نام بھی دیے جاتے ہیں۔ اس شعبے سے

متعلق چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- تَصْرُفُ الْإِمَامِ عَلَى الرَّعِيَّةِ مُنَوِّطٌ بِالْمَصْلَحَةِ (۴۶)۔
(امام کا عوام پر اقتدار ان کی فلاح و بہبود سے وابستہ ہے)۔
- لَيْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يُخْرِجَ شَيْئاً مِنْ يَدِ أَحَدٍ إِلَّا بِحَقِّ ثَابِتٍ مَعْرُوفٍ (۴۷)۔
(امام کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی ملکیت سے کوئی چیز خارج کرے سوائے اس کے کہ کوئی معروف اور ثابت شدہ حق ہو)۔
- إِقَامَةُ الْحُدُودِ وَرَفْعُ التَّنَازُعِ فِي الْحُقُوقِ يَخْتَصُّ بِالْحُكَّامِ (۴۸)۔
(حدود کا قائم کرنا اور معاملات میں جھگڑوں کو ختم کرنا حکام کے ساتھ خاص ہے)۔
- مَنْزِلَةُ الْإِمَامِ مِنَ الرَّعِيَّةِ مَنْزِلَةُ الْوَلِيِّ مِنَ الْيَتِيمِ (۴۹)۔
(عوام کی جانب سے امام کا مقام یتیم کی طرف سے ولی کے مقام کی طرح ہوتا ہے)۔
- أَوْلَايَةُ الْخَاصَّةِ أَقْوَى مِنَ الْوِلَايَةِ الْعَامَّةِ (۵۰)۔
(خاص سرپرستی عام سرپرستی سے قوی تر ہوتی ہے)۔

۶۔ جنایات

فقہ اسلامی کا چھٹا شعبہ جنایات یعنی قانون فوجداری (Criminal Law) سے متعلق ہے۔ اس باب میں انسانی جان کے خلاف سرزد ہونے والے جرائم اور ان کی سزاؤں سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اس باب سے متعلق چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- الْحُدُودُ تَسْقُطُ بِالشُّبُهَاتِ (۵۱)۔
(شبهات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں)۔
- التَّعْزِيرُ إِلَى الْإِمَامِ عَلَى قَدْرِ عَظَمِ الْجُرْمِ وَصِغَرِهِ (۵۲)۔
(امام کی طرف سے تعزیری سزاجرم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے حساب سے ہوگی)۔
- الْعَاقِلَةُ لَا تَعْقِلُ الْعَمْدَ إِلَّا فِي مَسْئَلَةٍ (۵۳)۔
(عاقلہ عمد سرزد ہونے والے جرم میں ساتھ ندریں گے سوائے ایک مسئلہ کے)۔
- جِنَايَةُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ (۵۴)۔
(جانوروں کی تقصیر معاف ہوتی ہے)۔

۷۔ ادب القاضی

فقہ اسلامی کا ساتواں شعبہ ادب القاضی ہے۔ اس شعبے میں اسلام کے عدالتی نظام پر بحث کی جاتی ہے۔ جس میں منصب قضا کی اہمیت، فضیلت، قاضی کے لیے شرائط تقرر و عزل، آداب عدالت، قاضی کے لیے مراعات، دعویٰ اور جواب دعویٰ کے اسباب اور ارکان و شرائط، مدعی، مدعی علیہ، دائرہ اختیار سماعت، فیصلے کا طریق کار، سمن اور طلبی، شہادت اور نصاب شہادت وغیرہ سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ اس شعبے سے متعلق چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- الْقَاضِي لَا يَقْضِي إِلَّا بِالْحُجَّةِ (۵۵)۔ (قاضی بغیر کسی دلیل کے فیصلہ نہیں کرتا)۔
- خَطَأُ الْقَاضِي فِي بَيْتِ الْمَالِ (۵۶)۔ (قاضی کی غلطی کا ہر جانہ بیت المال سے ادا ہوگا)۔
- الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدْعَى وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ (۵۷)۔
- (دلائل کا پیش کرنا مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے)۔
- النَّابِثُ بِالْبَيِّنَةِ الْعَادِلَةَ كَمَا لِلنَّابِثِ مُعَايَنَةَ (۵۸)۔
- (جو چیز دلائل صحیحہ سے ثابت ہو وہ یعنی طور پر ثابت شدہ چیز کی مانند ہوگی)۔
- الْمَرْءُ مُوَاحِدٌ بِأَقْرَابِهِ (۵۹)۔ (آدمی اپنے اقرباء سے پکڑا جاتا ہے)۔
- إِذَا نَكَلَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ رُدَّتِ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدْعَى (۶۰)۔
- (جب مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کرے تو مدعی پر قسم کو لوٹایا جائے گا)۔

۸۔ السیر

فقہ اسلامی کا آٹھواں شعبہ السیر سے متعلق ہے۔ جسے اسلام کے بین الاقوامی قانون جنگ و صلح اور جہاد ایسے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث اور کتب فقہ میں اس سے متعلق مفصل احکام اور قواعد کلیہ پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

- الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَى الْمُسْلِمِينَ (۶۱)۔ (جہاد تمام مسلمانوں پر واجب ہے)۔
- فَرَضَ الْجِهَادُ فِي الْجَمَاعَةِ دُونَ الْإِنْفِرَادِ (۶۲)۔
- (جہاد مسلمانوں پر انفرادی فرض کی بجائے اجتماعی فریضہ ہے)۔
- فَرَضِيَّةُ الْخُرُوجِ عِنْدَ النَّفِيرِ الْعَامِّ كَفَرُضِيَّةِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ (۶۳)۔
- (نفیر عام کے وقت جنگ کے لیے نکلنے کی فرضیت روزے اور نماز کی طرح فرض ہے)۔
- لَا يَجِبُ الْجِهَادُ عَلَى غَيْرِ مُسْتَطِيعٍ (۶۴)۔

- (جس مسلمان میں استطاعت نہ ہو اس پر جہاد واجب نہیں ہے)۔
- مَا يُعِينُ الْمَرْءَ عَلَى الْجِهَادِ فَهُوَ مَنذُوبٌ إِلَى اِكْتِسَابِهِ (۶۵)۔
- (جو چیز جہاد کے موقع پر معاون ہو اس کا حاصل کرنا مستحب ہے)۔
- ذَارِ الْبُعْغِي كَذَارِ الْحَرْبِ (۶۶)۔ (باغیوں کے زیر قبضہ علاقہ دارا ل حرب کی مانند ہوتا ہے)۔
- اِنَّ الْبُعْغَةَ مُسْلِمُونَ (۶۷)۔ (بلاشبہ [شرعی اعتبار سے] باغی مسلمان ہوتے ہیں)۔
- اَلْغَنَمُ بِالْغُرْمِ (۶۸)۔ (غنیمت نقصان کے مقابلے میں ہوتی ہے)۔
- اَمَانُ الْوَاحِدِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِمَنْزِلَةِ اَمَانِ جَمَاعَتِهِمْ (۶۸)۔
- (مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف سے امان بمنزلہ جماعت کی امان ہوگی)۔
- اَمَانُ الْخَوَارِجِ لِاهْلِ الْحَرْبِ جَائِزٌ كَأَمَانِ اهْلِ الْعَدْلِ (۷۰)۔
- (اہل حرب کے لیے خوارج کی امان اہل عدل کی امان کی مانند جائز ہے)۔
- اِنَّ الرَّسُولَ مِنَ الْجَانِبِينَ يَكُونُ اَمِنًا مِنْ غَيْرِ اسْتِثْمَانٍ (۷۱)۔
- (سفیر بغیر امان لیے دونوں جانب سے مامون و محفوظ ہوگا)۔
- عِبَارَةُ الرَّسُولِ كَعِبَارَةِ الْمُرْسِلِ (۷۲)۔
- (سفیر کی بات گویا سفیر بھیجنے والے کی بات ہوتی ہے)۔

جمع و تدوین میں اسلوب و منہج

عصر حاضر میں قواعد کلیہ کے موضوع پر پائی جانے والی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء نے قواعد کلیہ کی جمع و تدوین کے وقت کسی خاص منہج اور اسلوب کو اختیار نہیں کیا بلکہ جب بھی کسی فقیہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو اس نے ایک نئی طرح ڈالی اور جدت کو اختیار کیا، جس کی وجہ سے ہمارے پاس آج قواعد کلیہ کے متعدد مناج اور اسالیب پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند معروف اسلوب حسب ذیل ہیں:

۱۔ بلا عنوان ترتیب

یہ اسلوب عام طور پر قواعد کلیہ کی ابتدائی کتب میں پایا جاتا ہے، جن میں اصولی اور فقہی قواعد کلیہ کی تفریق کے بغیر ہر طرح کے قواعد کو جمع کیا گیا ہے مثلاً: امام کرخی کا رسالہ ”اصول الکرخی“ اور ابن وکیل کی ”الأشباه و النظائر“ اور النثر لیبی کی ”ایضاح المسالک الی قواعد الامام مالک“ وغیرہ ایسی کتب میں یہ اسلوب واضح طور پر نظر آتا ہے۔

۲۔ فقہی ابواب کی ترتیب

بعض فقہاء نے فقہی ابواب کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے قواعد کلیہ اور ان کی جزئیات کو مدون کیا ہے، یہ اسلوب بغیر عنوان و ترتیب کی نسبت بہتر ہے۔ اسے مقری نے اپنی کتاب ”القواعد“، ابن الملقن نے اپنی کتاب ”الأشباه و النظائر“، ابن خطیب الدہشہ نے اپنی کتاب ”مختصر قواعد العلامی“ اور محمود حمزہ نے اپنی کتاب ”الفرائد البہیة فی القواعد و الفوائد الفقہیة“ میں اختیار کیا ہے۔

۳۔ موضوعی ترتیب

بعض فقہاء نے کسی خاص موضوع کو سامنے رکھ کر قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے مثلاً: دبوٹی نے اپنی کتاب ”تاسیس النظر“ میں فقہاء کے اختلافات کو موضوع بنا کر قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے۔ اسی طرح ”مجلة الاحکام العدلیة“ کی ابتدائی ۱۰۰ تا ۱۹۹ دفعات میں صرف معاملات سے متعلق قواعد کلیہ کو جمع کیا گیا ہے۔

۴۔ الف بائی ترتیب

بعض فقہاء نے حروف تہجی کی ترتیب سے قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے جیسے: زرکشی نے ”المنتور فی القواعد“ اور خادمی نے ”مجامع الحقائق“ میں اس ترتیب کو پیش نظر رکھا ہے۔

۵۔ حسب اہمیت ترتیب

کتب فقہ میں پائے جانے والے قواعد کلیہ چونکہ یکساں اہمیت کے حامل نہیں ہیں اس لیے بعض فقہاء نے ان کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر ان میں تقدیم و تاخیر کو روا رکھا ہے۔ جیسے سبکی نے اپنی کتاب ”الأشباه و النظائر“ میں قواعد کلیہ کو تین اقسام پر تقسیم کیا ہے یعنی:

(i) القواعد الخمس

(ii) القواعد العامة

(iii) القواعد الخاصة

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الأشباه و النظائر فی الفروع“ میں اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”الأشباه و النظائر“ میں جزوی ترمیم کے ساتھ مصنف مذکور کی اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے جب کہ العلامی نے اپنی کتاب ”قواعد العلامی“ میں قواعد خمس کے بعد قواعد اصولیہ اور پھر قواعد فقہیہ کو اہمیت کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔

استنباط میں اسلوب و منہج

فقہاء نے قواعد کلیہ کے استنباط میں متعدد اسلوب اختیار کیے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

لفظ ”الأصل“ کا استعمال

اس اسلوب کے بانی ابوالحسن الکرخی (م ۳۴۰ھ/۹۵۱ء) ہیں۔ انھوں نے تمام قواعد کلیہ کی ابتداء لفظ ”الأصل“ سے کی ہے مثلاً: الْأَصْلُ أَنَّ مَائَتَيْتَ بِالْيَقِينِ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ (۷۳)۔ یعنی (اصول یہ ہے کہ جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ شک کی بنیاد پر زائل نہ ہوگی)۔ اس اسلوب کو بعد میں آنے والے کئی فقہاء نے کلی طور پر اور بعض نے جزوی طور پر اختیار کیا ہے۔ مثلاً دہبوی (م ۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء) نے ”تَأْسِيسُ النَّظَرِ“ میں تمام قواعد کلیہ کی ابتداء لفظ ”الأصل“ سے ہی کی ہے جیسے: الْأَصْلُ أَنَّ أُمَّ الْوَالِدِ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَلَا قِيَمَةٌ لَهَا عِنْدَهُ، خِلَافاً لَهُمَا (۷۴)۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصول یہ ہے کہ ام و ولد نہ تو مال ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہے جب کہ صاحبین اس اصول سے اختلاف کرتے ہیں۔

جن فقہاء نے جزوی طور پر اس اسلوب کو اختیار کیا، ان میں سبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) اور ابن نجیم (م ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) وغیرہ ایسے فقہاء شامل ہیں، ان کی کتب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں۔

- الْأَصْلُ بَرَاءَةُ الدَّمَةِ (۷۵)۔ (ذمہ داری سے برأت اصل ہے)۔
- الْأَصْلُ فِي الْمَيْتَاتِ النَّجَاسَةُ (۷۶)۔ (مردہ جانوروں میں اصل نجاست ہے)۔
- الْأَصْلُ فِي الْحَيَوَانَاتِ الطَّهَارَةُ (۷۷)۔ (زندہ جانوروں میں اصل طہارت ہے)۔
- الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْبِأَحَاةٍ حَتَّى يَدُلَّ الدَّلِيلُ عَلَى التَّحْرِيمِ (۷۸)۔ (اشیا میں اصل اباحت ہے جب تک کہ ان کی حرمت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو)۔
- الْأَصْلُ فِي الْأَبْصَاعِ التَّحْرِيمِ (۷۹)۔ (عورتوں کے معاملات میں اصل حرمت ہے)۔
- الْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْحَقِيقَةُ (۸۰)۔ (کلام میں اصل حقیقت ہے)۔

۲۔ لفظ ”كُلُّ“ کا استعمال

سبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) زرکشی (م ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء) اور کچھ دیگر فقہاء نے بعض قواعد کلیہ کی ابتداء لفظ

”كُلُّ“ سے کی ہے مثلاً:

- كُلُّ مَيْتَةٍ نَجَسَةٌ إِلَّا السَّمَكُ وَالْجَرَادُ (۸۱)۔ (مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ ہر مردار نجس ہے)۔
- كُلُّ حُرٍّ يُقْبَلُ خَيْرُهُ، تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ (۸۲)۔ (ہر آزاد آدمی جس کی خبر قابل قبول ہو، اس کی شہادت بھی

قابل قبول ہوگی)۔

- کُلُّ مَا حَرَّمَ نَظَرُهُ، حَرَّمَ مَسَّهُ (۸۳)۔ ہر وہ چیز جس کا دیکھنا حرام ہو، اس کا مس کرنا بھی حرام ہے۔

۳۔ لفظ ”هَلْ“ کا استعمال

اختلافی مسائل سے متعلق قواعد کلیہ کو بعض علماء استفہامی اسلوب میں مدون کرتے ہیں اور پھر ان کے ذیل میں مسائل استنباط کرنے کے بعد درج کرتے ہیں۔ ابن رجب (م ۷۹۵ھ/ ۱۳۹۳ء) نے اپنی کتاب ”القواعد فی الفقہ الاسلامی“ اور ابن اللحام (م ۸۰۴ھ/ ۱۴۰۱ء) نے ”القواعد والفوائد الاصولیة“ میں اس اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ان کی کتب میں پائے جانے والے چند قواعد کلیہ یہ ہیں:

- الْمَاءُ الْجَارِي هَلْ هُوَ كَالرَّائِدِ أَوْ كَلَّ جَرِيَةً مِنْهُ لَهَا حُكْمُ الْمَاءِ الْمَنْفُودِ (۸۴)۔ (کیا جاری

پانی کا حکم کھڑے پانی کی طرح ہے یا ہر جاری پانی کا الگ سے حکم ہے؟)

- الْحَمْلُ هَلْ لَهُ حُكْمٌ قَبْلَ انْفِصَالِهِ أَمْ لَا؟ (۸۵) (کیا حمل کے لیے اس کے انفصال سے قبل الگ حکم

ہے یا نہیں؟)

- الْوَاجِبُ بِالذَّنْبِ، هَلْ يَلْحَقُ الْوَاجِبُ بِالشَّرْوعِ أَوْ بِالْمَنْدُوبِ؟ (۸۶) نذر واجب شرعی واجب

سے ملحق ہے یا مستحب؟

- الْفَرَضُ وَالْوَاجِبُ هَلْ هُمَا مُتَرَادِفَانِ شَرْعًا؟ (۸۷) کیا فرض اور واجب شرعی اعتبار سے دونوں

مترادف ہیں؟

- إِجْمَاعُ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ هَلْ هُوَ حُجَّةٌ أَوْ لَا؟ (۸۸) کیا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت ہے

یا نہیں؟

- الْكُفَّارُ مُخَاطَبُونَ بِالْإِيمَانِ إِجْمَاعًا، وَهَلْ يُخَاطَبُونَ بِفِرْعَانِ الْإِسْلَامِ؟ (۸۹) کفار اجتماعی طور پر تو

ایمان کے مخاطبین ہیں۔ کیا وہ فروعات اسلام کے بھی مخاطب ہیں؟

۴۔ سادہ جملوں کا استعمال

قواعد کلیہ اور فقہی احکام کی کتب میں کثیر تعداد ایسے قواعد کلیہ کی بھی ہے جو اپنی ساخت اور بناوٹ میں تو انتہائی

سادہ جملے معلوم ہوتے ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے وہ جوامع الکلم ہیں اور قواعد کلیہ کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ قواعد

کلیہ کا یہ اسلوب قرآن و سنت کے مزاج و منہج کے بہت زیادہ قریب ہے۔

قواعد کلیہ پر فقہاء کی تحقیقی کتب

قواعد کلیہ کو بطور فن قرار دینے اور انہیں فقہی کتب سے علیحدہ کر کے یاد کرنے اور مدون کرنے کا کام اگرچہ

فقہائے احناف نے شروع کیا تھا لیکن بعد کے ادوار میں اس موضوع نے اتنی اہمیت اختیار کی اور شہرت پائی کہ تمام مشہور فقہی مسالک کے علماء و فقہاء کو اس پر قلم اٹھانا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آج قواعد کلیہ اور ان کی تشریحات پر مشتمل کثیر تعداد میں تمام مکاتب فکر کی کتب پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ہر فقہی مسلک کی بنیادی کتب کا مختصر اعتراف حسب ذیل ہے۔

فقہائے احناف کی کتب

أُصُولُ الْكُرْخِيِّ (۳۴۰ھ/۹۵۱ء)

اس کتاب کے مؤلف عبید اللہ بن الحسین بن ذکال ہیں جو ”ابوالحسن الکرخی“ کے نام سے مشہور ہیں۔ کرخی عراق کے مضافات میں ایک بستی ہے جس کی وجہ سے کرخی کہلائے، بغداد میں رہے اور ادھر سے ہی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس کا کام شروع کیا، یہاں تک کہ عراق میں انھیں احناف کے چوٹی کے علماء میں شمار کیا گیا۔ ”أُصُولُ الشَّاشِيِّ“ کے مصنف ابوعلی احمد بن محمد الشَّاشِيِّ (م ۳۴۳ھ/۹۵۵ء) (۹۰) ”أَحْكَامُ الْقُرْآنِ“ کے مصنف ابوبکر الجصاص (م ۳۷۰ھ/۹۸۰ء) (۹۱) ایسے لوگ ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔ انھوں نے محمد بن حسن الشَّيبَانِي کی کتب ”الجامع الصغير“ اور ”الجامع الكبير“ کی شرح بھی لکھی ہیں (۹۲)۔ ”أُصُولُ الْكُرْخِيِّ“ قواعد کلیہ سے متعلق ان کا مختصر سا رسالہ ہے جس میں انھوں نے چالیس قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے۔ جن کے متعلق ان کی رائے ہے کہ یہ فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کچھ قواعد کلیہ تو عمومی نوعیت کے ہیں جنہیں فقہ اسلامی کا سرمایہ کہا جاسکتا ہے۔ جیسے قاعدہ نمبر ۱ ہے: ”الْأَصْلُ أَنَّ مَا نَبَتْ بِالْيَقِينِ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ“ یعنی قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ شک کی بنیاد پر زائل نہ ہوگی۔ بعض قواعد کلیہ ایسے ہیں جو محض حنفی طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کا پتہ دیتے ہیں جیسے قاعدہ نمبر ۴ ہے: ”الْأَصْلُ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِي الدَّعَاوَى مَقْصُودُ الْخَصْمَيْنِ فِي الْمُنَازَعَةِ دُونَ الظَّاهِرِ“ یعنی قاعدہ یہ ہے کہ فوجداری مقدمات میں ظاہر کی بجائے جھگڑا کرنے والے فریقین کے مقصود کا اعتبار کیا جائے گا۔ ان کے بیان کردہ قواعد میں سے بعض ایسے قواعد کلیہ بھی ہیں جنہیں غیر حنفی فقہاء نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے مثلاً قاعدہ نمبر ۲۹: ”الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالَفُ أَصْحَابَنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوْلَى أَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّوَابِلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيقِ“ یعنی قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (احناف) کے قول کے خلاف ہو تو اسے منسوخ یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح سمجھا جائے اور اولیٰ یہ ہے کہ حسب توفیق اس کی تاویل کر دی جائے، امام کرخی کے اس قاعدے یا اس جیسے ایک آدھ اور قاعدے کو بعض علماء قواعد کلیہ میں شمار نہیں کرتے جس کی وجہ سے مختلف کتب میں ان کی تعداد ایک جیسی نہیں ہے (۹۳)۔

بہر حال ان اختلافی قواعد کلیہ کو نکال بھی دیا جائے تو ”اصول الکرخی“ کو اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہونے کا جو شرف حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ کرخی کے بیان کردہ قواعد کلیہ کی بعد میں آنے والے

ایک نامور حنفی فقیہ شمس الدین نسفیؒ (م ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء) (۹۴) نے ان کی تشریح و توضیح کی اور ہر قاعدے کے تحت اس کی جزئی صورتوں کو مثالوں سے واضح کر کے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔

تأسيس النظر (م ۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء)

اس کتاب کے مؤلف ابو زید عبيد الله بن عمر بن عيسى، الدُّبُوسِيّ، بخارا اور سمرقند کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر ”الدُّبُوسِيَّة“ کی نسبت سے دبوئی کہلائے۔ یہ اپنے علاقے کے ایسے شیخ تھے جو شرعی دلائل میں ضرب المثال مانے جاتے تھے، اس لیے بخارا و سمرقند میں مناظر کے طور پر مشہور ہوئے (۹۵)۔ ابا حنيفةؒ (م ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء) (۹۶) کے نزدیک دبوئی فقہ حنفی کے کبار علماء میں سے تھے، فقہاء میں سے یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ”عِلْمُ الْخِلَافِ“ وضع کیا تھا (۹۷)۔

دبوئی نے ”تأسيس النظر“ میں کل چھبیس قواعد کلیہ بیان کیے ہیں جنہیں حسب ذیل آٹھ اقسام پر تقسیم کیا جاتا ہے یعنی:

قسم اول: ابو حنیفہ اور صاحبین (ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلاف پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم دوم: شیخین (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم سوم: طرفین (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و محمد رحمۃ اللہ علیہ) اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم چہارم: صاحبین (ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم پنجم: فقہائے ثلاثہ (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ششم: ائمہ احناف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ہفتم: ائمہ احناف اور ابن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

قسم ہشتم: ائمہ احناف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات پر مبنی قواعد کلیہ۔

دبوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ کے مابین پائے جانے والے اصولی اختلافات کو سمجھانے کے لیے ہر قاعدے کے ساتھ فقہی احکام کی مثالیں بھی دی ہیں۔

الأشباه والنظائر لابن نجيم (م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء)

اس کتاب کے مؤلف زین الدین بن ابراہیم بن محمد ہیں جو ابن نجیم کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب کو سات مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کو ایک مستقل فن کی حیثیت دی ہے۔ جیسے:

فَنَّ الْأَوَّلُ:	فَنَّ الْقَوَاعِدِ
فَنَّ الثَّانِي:	فَنَّ الْقَوَائِدِ
فَنَّ الثَّلَاث:	فَنَّ الْجَمْعِ وَ الْفَرْقِ
فَنَّ الرَّابِع:	فَنَّ الْأَلْغَاذِ
فَنَّ الْخَامِس:	فَنَّ الْحِجْلِ
فَنَّ السَّادِس:	فَنَّ الْفُرُوقِ
فَنَّ السَّابِع:	فَنَّ الْحِكَايَاتِ وَ الْمُرْسَلَاتِ

مذکورہ بالا فنون کا مختصر اعراف حسب ذیل ہے:

الفن الأول میں کل پچیس (۲۵) قواعد کلیہ بیان کیے گئے ہیں اور پھر ان پچیس کو دو انواع پر تقسیم کیا گیا ہے۔ نوع اول میں چھ بنیادی قواعد کلیہ بیان کیے ہیں جن کے متعلق ابن نجیم کی رائے ہے کہ یہ فقہ اسلامی کے وہ اساسی قواعد کلیہ ہیں جن پر فقہ اسلامی کی تمام عمارت قائم ہے اور دیگر قواعد کلیہ اور فوائد کی حیثیت ثانوی اور فرعی ہے۔ یہ چھ اساسی قواعد کلیہ حسب ذیل ہیں:

الْقَاعِدَةُ الْأُولَى:	لَا ثَوَابَ إِلَّا بِالْيَتِيمَةِ: (ثواب نہیں ہے مگر یتیم کے ساتھ)۔
الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَّة:	الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا: (معاملات اپنے مقاصد کے ساتھ رہتے ہیں)۔
الْقَاعِدَةُ الثَّلَاثِيَّة:	الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ: (شک کی وجہ سے یقین زائل نہ ہوگا)۔
الْقَاعِدَةُ الرَّابِعَةُ:	الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ: (مشقت آسانی لاتی ہے)۔
الْقَاعِدَةُ الْخَامِسَةُ:	الضَّرْرُ يُزَالُ: (نقصان کو دور کیا جائے گا)۔
الْقَاعِدَةُ السَّادِسَةُ:	الْعَادَةُ مُحْكِمَةٌ: (عوام میں رائج عادت مضبوط بنیاد ہوتی ہے)۔

نوع ثانی میں انھوں نے کل انیس قواعد کلیہ جمع کیے ہیں جن کے متعلق ان کی رائے ہے کہ جزئی صورتوں پر ان کا انحصار نہیں ہوتا، ان میں سے چند قواعد حسب ذیل ہیں:

-	الْإِجْتِهَادُ لَا يَنْقُضُ بِالْإِجْتِهَادِ: (ایک اجتہاد کو دوسرے اجتہاد سے باطل نہ کیا جائے گا)۔
-	إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ: (جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غالب متصور

کیا جائے گا۔

- التَّابِعُ تَابِعٌ (تابع تابع ہی رہے گا)۔

- تَصَرَّفَ الْإِمَامُ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنْوُطٌ بِالْمَصْلِحَةِ

(امام کا عوام پر اقتدار ان کی فلاح و بہبود سے وابستہ ہے)۔

- الْحَدُودُ تُدْرَأُ بِالشُّبُهَاتِ: (حد و شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔

الْفَنُّ الثَّانِي جو کہ ”الْفَوَائِدُ“ سے متعلق ہے اس میں انھوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتب ”الہدایۃ“ اور

”الکنز“ کی ترتیب پر بہت سے فوائد جمع کیے ہیں۔ جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے قریب ہے۔ مصنف مذکور نے انھیں قواعد کے مقابلے میں ضوابط اور مستثنیات کا نام دیا ہے۔

الْفَنُّ الثَّلَاثُ جو کہ ”الْجَمْعُ وَالْفُرُقُ“ سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے ایسے احکام جمع کیے ہیں جن

سے کسی فقیہ کا جاہل رہنا بہت ہی معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ مثلاً: أَحْكَامُ النَّاسِي، أَحْكَامُ الْجَهْلِ، أَحْكَامُ الْإِكْرَاهِ اور أَحْكَامُ الصَّبِيَّانِ وغیرہ۔ جہاں تک احکام میں ”الْفُرُقُ“ کا تعلق ہے تو اس فن میں ملتے جلتے مسائل کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً وضو اور غسل میں فرق، زکوٰۃ اور صدقہ میں فرق، مرتد اور کافرِ اصلی میں فرق وغیرہ۔

”الْفَنُّ الرَّابِعُ“ ”الْعَزَا“ یعنی پہیلیوں سے متعلق ہے۔ مثلاً:

- ”مَا أَفْضَلَ الْمِيَاهِ“ کون سا پانی سب سے افضل ہے؟

- ”أَيُّ رَجُلٍ أَفْطَرَ بِلَا عُدْرٍ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ“

کون سا وہ آدمی ہے جو بلا عذر روزہ افطار کرے مگر اس پر کفارہ لازم نہ آئے؟

- ”أَيُّ رَجُلٍ طَلَّقَ وَلَمْ يَقَعْ“ (کون سا وہ آدمی ہے جو عورت کو طلاق دے مگر وہ واقع نہ ہو)۔

الْفَنُّ الْخَامِسُ شرعی جیلوں سے متعلق جب کہ الْفَنُّ السَّادِسُ فردق سے متعلق ہے جس میں ملتے جلتے

مسائل کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح آخری فن، الْفَنُّ السَّابِعُ جیسا کہ اپنے موضوع سے واضح ہے کہ اس میں مختلف حکایات بیان کی گئی ہیں نیز علماء کے درمیان مختلف فیہ مسائل کے سلسلے کی ہونے والی مراسلت پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب میں سبکی (م ۷۷۱/ھ ۱۳۶۹ء) اور سیوطی (م ۹۱۱/ھ ۱۵۰۵ء) کی کتب

سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب بعد کے ادوار میں علماء احناف میں بہت زیادہ مقبول ہوئی، جس کی وجہ سے اس کی بہت سی شرحیں اور تعلیقات لکھی گئیں جن کی تعداد اب بیالیس (۳۲) تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں سے ”تَنْوِيرُ الْبَصَائِرِ عَلَيَّ

الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ لَشَرَفِ الدِّينِ الْعَزْزِيِّ (۱۰۰۵ھ) عَمْرُ عَيْوُنِ الْبَصَائِرِ شَرْحُ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ

لِلْحَمَوِيِّ (۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء) اور عُمْدَةُ ذَوِي الْبَصَائِرِ لِحَلِّ مَهْمَاثِ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ لِابْنِ بَيْرِي

(م ۱۰۹۹ھ/۱۶۸۸ء) ”عُمْدَةُ النَّاطِرِ عَلَيَّ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ لِابْنِ السَّعْدِ الْحُسَيْنِيِّ“ (۱۷۷۲ھ/۱۷۵۹ء)

وغیرہ ایسی شرحیں بھی شامل ہیں۔

”خاتمة“ مجامع الحقائق

یہ کتاب ابو سعید محمد بن محمد بن مصطفیٰ الخادمی (م ۱۷۶۲ھ/ ۱۷۶۲ء) کی ہے۔ اصلاً یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق ہے جس کا آخری باب قواعد کلیہ پر ہے۔ مصنف نے اس باب میں حروف تجہی کے اعتبار سے ۱۵۴ قواعد کلیہ جمع کیے ہیں۔ بعد میں مصنف نے خود ہی ”منافع الحقائق“ کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔ اس کی ایک اور شرح مصطفیٰ ہاشم نے بھی لکھی تھی جو ”حفید قوجہ“ کے نام سے مشہور ہیں۔

”قواعد“ مجلة الاحكام العدلية (۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء)

یہ مجلہ سلطان غازی عبدالعزیز عثمانی کے حکم سے احمد جودت پاشا کی سربراہی میں علماء کی ایک کمیٹی نے تقریباً سات سال کے عرصے میں مرتب کیا تھا۔ مجلہ، ایک مقدمے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ”۱۸۸۱“ دفعات ہیں۔ مجلہ کی ابتدائی ۲ تا ۱۰۰ دفعات قواعد کلیہ سے متعلق ہیں جو ابن نجیم کی کتاب ”الأشباہ و النظائر“ اور ابو سعید خادمی کی کتاب ”مجامع الحقائق“ کے آخری باب سے لیے گئے ہیں، مجلے کی کئی شرحیں لکھی گئیں جن میں سے خالد اتاسی، علی حیدر منیر القاضی، یوسف آصاف اور سلیم بن رستم باز لبنانی کی شرحیں زیادہ مشہور ہیں۔

الفرائد البهية في القواعد و الفوائد الفقهية

یہ کتاب محمود بن محمد بن نسیب بن حسین (م ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء) کی ہے جو اپنے اسلاف کی نسبت سے ”ابن حمزة“ کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کئی اور کتب بھی ہیں جیسے ”الفتاویٰ الحمزاویة“ یا ”المحمودية“ جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے امام محمد کی کتاب ”الجامع الصغیر“ کو نظم میں تحریر کیا تھا، جس کے تین ہزار اشعار ہیں، اسی طرح ”کواکب الزاهرة فی الاحادیث المتواترة، کتاب ترجیح بینات“ جو ”الطريقة الواضحة“ کے نام سے معروف ہے۔ ان کی ایک کتاب ”قواعد الاوقاف فی الفقه“ کے نام سے بھی ہے (۹۸)۔ ”الفوائد البهية فی القواعد و الفوائد الفقهية“ میں مصنف نے قواعد کلیہ اور اصول و ضوابط کو فقہی ابواب کی ترتیب سے مدون کیا ہے۔

قواعد الفقه

یہ کتاب مفتی محمد عظیم الاحسان المجد دی البرکتی کی ہے۔ وہ بنگلہ دیش کے بڑے عالم و فاضل، سنی العقیدہ اور مدرس عالیہ ڈھا کہ کے صدر مدرس تھے۔ ان کی تالیفات کی تعداد سو سے اوپر ہے۔ مذکورہ بالا کتاب ”قواعد الفقه“ اصل میں پانچ رسائل کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے پہلا رسالہ امام کرخی کے ان چالیس قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔ جن پر فقہائے احناف کی کتب کا مدار ہے۔ انھوں نے ہر قاعدے کے ضمن میں امام نسفی کی بیان کردہ شرح سے مثالیں دی ہیں۔ دوسرا رسالہ امام

دبوسی کی کتاب ”تاسیس النظر“ میں پائے جانے والے قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔ تیسرا رسالہ فقہی قواعد کلیہ سے متعلق ہے جو انھوں نے ”شرح السیر الکبیر، اصول الکرخی، تاسیس النظر، الہدایۃ، منار الاصول، الاشباہ و النظائر، البحر الرائق، در المختار، مسلم الثبوت، رد المحتار اور مجلۃ الاحکام العدلیۃ“ وغیرہ سے لیے ہیں۔ ان قواعد کلیہ کی وضاحت فقہی کتب میں بیان کردہ مثالوں سے کی گئی ہے۔ چوتھا رسالہ فقہی اصطلاحات پر مشتمل ہے جب کہ پانچواں رسالہ فقہی کے مطابق فتویٰ لکھنے اور اس کے آداب سے متعلق ہے۔

فقہائے مالکیہ کی کتب

فقہائے مالکیہ میں سے قواعد کلیہ پر کام کرنے والے چند نمایاں فقہاء اور ان کی کتب کا مختصر آغارف حسب ذیل

ہے

اصول الفتیا

اس کتاب کے مؤلف محمد بن حارث الخشنی (م ۳۶۱ھ/۹۷۲ء) ہیں، قواعد کلیہ پر فقہ مالکی کی یہ پہلی کتاب ہے۔ مصنف نے اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے جس میں قواعد کلیہ بیان کرنے کے بعد ”المدونة“ سے جزئیات لائی گئی ہیں۔ ہر قاعدے کو لفظ ”کل“ یا ”اصل“ سے شروع کیا گیا ہے۔

أَنْوَارُ الْبُرُوقِ فِي أَنْوَاءِ الْفُرُوقِ

یہ کتاب ابوالعباس احمد بن ابی العلاء ادريس بن عبدالرحمن الصنهاجی المصری (م ۶۸۳ھ/۱۲۸۳ء) کی ہے آپ کا لقب شہاب الدین تھا۔ ”قَرَافَه“ نامی ایک محلے کی نسبت سے ”القَرَافِی“ مشہور ہوئے اور ان کی کتاب نے ”الفُرُوق“ کے نام سے شہرت پائی۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنی ہی ایک دوسری کتاب ”الذخیرۃ“ میں پائے جانے والے قواعد کلیہ اور جزئیات کو یک جا کیا ہے۔ کتاب میں قواعد و فروعات کے مابین پائے جانے والے فرق کو واضح کرتے ہوئے ۵۴۸ قواعد کلیہ اور ۲۷۷ فروق کو جمع کیا ہے۔

إِدْرَارُ الشُّرُوقِ عَلَى أَنْوَاءِ الْفُرُوقِ

یہ کتاب قاسم بن عبداللہ بن محمد الانصاری (م ۷۲۳ھ/۱۳۲۲ء) کی ہے جو ”ابن الشَّاطِط“ کے نام سے معروف ہیں۔ یہ کتاب اصل میں ”القَرَافِی“ کی کتاب ”الفُرُوق“ کی تصحیح و تصویب شدہ شکل ہے۔

القواعد

یہ کتاب محمد بن محمد بن احمد مقری (م ۷۵۸ھ/۱۳۵۷ء) کی ہے۔ افریقہ کی ایک بستی ”مَقْرَہ“ کی نسبت سے ”الْمَقْرَی“ کہلائے۔ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم و فاضل علماء میں سے تھے۔ ابواسحاق شاطی (م ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) اور مؤرخ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) ایسے لوگ ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔ مقری قواعد کے

صرف ناقل ہی نہیں ہیں بلکہ انھوں نے کئی نئے قواعد بھی مستنبط کیے ہیں۔ قواعد کلیہ میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ قاعدے میں ایسا اختصار کرتے ہیں کہ جس کے تحت کثیر معانی اور فقہی فروعات آجائیں۔ انھوں نے اس کتاب میں قواعد کلیہ کو فقہی ابواب کی صورت میں مدون کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے درمیان پائے جانے والے اصولی اختلافات کو بھی ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی کتاب دیوبند کی کتاب ”تاسیس النظر“ میں پائے جانے والے ”قَوَاعِدُ الْخِلَافِ“ کے مشابہ ہے۔ وہ قواعد خلافیہ میں تینوں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/۶۷۷ء)، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ/۸۱۹ء) کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ فقہائے مالکیہ کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو بھی واضح کرتے ہیں۔

إيضاح المسالك الی قواعد الامام مالک

یہ کتاب ابو العباس احمد بن یحییٰ بن محمد التلمسانی، الو نشریسی (م ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء) کی ہے۔ کتاب میں جمع کیے گئے قواعد کلیہ قرآنی کی کتاب الفروق اور مقبری کی القواعد سے لیے گئے ہیں۔ جن کی کل تعداد تقریباً ۱۱۸ کے قریب ہے اور اکثر قواعد میں استفہامی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ أَلْعِضْيَانُ هَلْ يُنَافِي التَّرْخِصَ أَمْ لَا؟ (کیا نافرمانی رخصت کے منافی ہوتی ہے یا نہیں؟)

۲۔ الْأَصْغَرُ هَلْ يَنْدَرِجُ تَحْتَ الْأَكْبَرِ أَمْ لَا؟ (کیا چھوٹا مسئلہ بڑے مسئلے کے تحت درج ہو سکتا ہے یا نہیں؟)

فقہائے شافعیہ کی کتب

قواعد الأحكام فی مصالح الأنام

یہ کتاب عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام، السلمی (م ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) کی ہے۔ جو ”سُلْطَانُ الْعُلَمَاءِ“ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ قواعد کلیہ پر فقہ شافعی کی یہ اولین کتاب ہے جسے قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہوا۔ کتاب میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے دفعیہ کو موضوع بنایا گیا اور اس میں بیان ہونے والے بعض قواعد کلیہ اساسی نوعیت اور بعض دیگر فروعات سے متعلق ہیں۔

الأشباه و النظائر لابن الوکیل (م ۳۶۷ھ/۱۳۱۶ء)

یہ کتاب صدر الدین محمد بن عمر بن کمی کی ہے جو شام میں ابن الوکیل المصری کے نام سے معروف تھے جو اپنے دور کے شیخ الشافعیہ تھے۔ موصوف کثرت مطالعہ اور حافظہ کی شہرت رکھتے تھے۔ قواعد کلیہ کی یہ پہلی کتاب ہے جو اس نام کے ساتھ لکھی گئی تھی۔ ابتداءً یہ کتاب غیر مرتب شکل میں تھی جسے بعد میں مصنف کے بھتیجے زین الدین محمد بن عبداللہ بن المرسل (م ۴۳۷ھ/۱۳۳۷ء) نے بعض اضافوں کے ساتھ ترتیب دیا تھا۔

المجموع المذهب فى قواعد المذهب

یہ کتاب صلاح الدین خلیل بن کیکلدى العلاءى (م ۷۶۱ھ/۱۳۵۹ء) کی ہے۔ مصنف کتاب میں پہلے پانچ بیادى قواعد اور پھر قواعد اصولیہ کو لائے ہیں۔ اس کے بعد حسب اہمیت قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے اور آخر میں ایسے قواعد کلیہ کو درج کیا ہے جن کا تعلق صرف ایک آدھ مسئلے سے ہی ہے۔ کتاب کو مرتب کرنے میں ابن القاص، ابن الوکیل، عزابن عبدالسلام اور قرانی کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

الأشباہ والنظائر لتاج الدين السبكي

یہ کتاب تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب کو حسب ذیل سات حصوں میں تقسیم کیا ہے:

- الف. الْقَوَاعِدُ الْخَمْسُ
- ب. الْقَوَاعِدُ الْعَامَّةُ
- ج. الْقَوَاعِدُ الْخَاصَّةُ
- د. أُصُولٌ كَلَامِيَّةٌ يُبْنَى عَلَيْهَا فُرُوعٌ فِقْهِيَّةٌ
- هـ. مَسَائِلٌ أُصُولِيَّةٌ يَتَخَرَّجُ عَلَيْهَا فُرُوعٌ فِقْهِيَّةٌ
- و. بَعْضُ الْكَلِمَاتِ الْعَرَبِيَّةِ وَالْكَلِمَاتِ النُّحْوِيَّةِ
- ز. الْخِلَافُ فِي الْفُرُوعِ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ عَلَى أُصُولِهَا

کتاب کے تمام ابواب میں قواعد کے ساتھ ساتھ فقہی جزئیات کو بھی بیان کیا گیا ہے، اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

المنثور فى القواعد

یہ کتاب ابی عبداللہ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الشافعی (م ۷۹۳ھ/۱۳۹۲ء) کی ہے جو ”الزُّرَّ كَشِشِي“ کے نام سے معروف تھے۔ اپنے موضوع اور ترتیب میں پہلی کتاب ہے جس میں قواعد کلیہ ”حروف تہجی“ کے تحت لکھے گئے ہیں مثلاً: ”حرف الالف“ میں ”ابساعة“ سے متعلق قواعد کی ابتداء کر کے حرف الیاء تک قواعد کی ترتیب قائم کی گئی ہے، سوائے حرف ”الثا“ کے، کیوں کہ اس حرف سے کسی قاعدے کی ابتداء نہیں ہوتی۔ کتاب میں بعض ایسی مباحث بھی ہیں جن کا تعلق قواعد کلیہ سے نہیں ہے۔ مثلاً: الْمُطَارَا حَاتُ، الْمُمْتَحِنَاتُ، الْمُعَالَطَاتُ اور مَسْئَلَةُ جَدَلِيَّةٍ وَغَيْرِهِ (۹۹)۔

الأشباه والنظائر لابن الملقن

یہ کتاب ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری (م ۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء) کی ہے جو "ابن الملقن" کے نام سے معروف ہیں۔ کتاب کو فقہی ابواب کی ترتیب سے مدون کیا گیا ہے۔ وہ فقہ شافعی کے مطابق قاعدہ بیان کرتے ہیں اور دیگر ائمہ سے اختلاف کی صورت میں جزئیات میں اس کا ذکر کر دیتے ہیں اور فقہ شافعی کے مطابق دلائل لاتے ہیں، مصنف نے عز الدین کی "قواعد الاحکام"، قرانی کی "الفروق"، ابن الوکیل کی "الأشباه والنظائر" اور علائی کی المجموع المذهب فی قواعد المذهب ایسی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اسے بہتر شکل و صورت میں مرتب کیا ہے۔

القواعد

یہ کتاب تقی الدین ابوبکر بن محمد بن عبدالمومن الحسینی (م ۸۲۹ھ/۱۴۲۶ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب کی ابتداء قواعد اصولیہ سے کی ہے جس میں حکم شرعی اور اس کی اقسام مفصل تحریر کرنے کے بعد "قواعد فقہیہ" کو تحریر کیا ہے اور دیگر مصنفین کی طرح پہلے اساسی قواعد اور پھر دیگر مسائل اور فوائد کو جمع کیا ہے۔ کتاب "قواعد العلامی" کی طرح "قواعد اصولیہ" اور "قواعد فقہیہ" کی جامع ہے۔

مختصر قواعد العلامی

یہ کتاب ابوالثناء محمود بن احمد الحموی (م ۸۳۳ھ/۱۴۳۱ء) کی ہے جو "ابن خطیب الدهشتہ" کے نام سے معروف تھے۔ مصنف نے کتاب میں علامہ علائی اور الاسنوی کے قواعد کو جمع کیا ہے اور ان کی تنقیح کے ساتھ ساتھ کچھ اضافے بھی کیے ہیں اس کتاب کا پورا نام "مختصر من قواعد العلامی و کلام الاسنوی" ہے اور اسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۷ھ/۱۲۷۸ء) کی کتاب "منہاج" کے فقہی ابواب کی ترتیب کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

الأشباه والنظائر للسيوطی

یہ کتاب جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کی ہے۔ قواعد کلیہ کے حوالے سے فقہ شافعی کی سب سے مشہور کتاب یہی ہے۔ فقہائے اسلام کے ہاں اسے ہر دور میں قبولیت کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب فقہائے شافعیہ کی سابقہ تمام کتب پر فوقیت رکھتی ہے۔ بلکہ بعد کے ادوار میں بھی کوئی فقہی عالم اس کی مثل کتاب مرتب نہ کر سکا۔ یہ کتاب حسب ذیل سات کتب کا مجموعہ ہے۔

الکتاب الأول: یہ کتاب قواعد خمس اور متعلقہ فقہی مسائل و احکام پر مشتمل ہے۔

الکتاب الثانی: اس کتاب میں وہ قواعد کلیہ ہیں جن کا انحصار ان کی جزئی صورتوں پر نہیں ہوتا۔ یہ کتاب چالیس قواعد کلیہ پر مشتمل ہے۔

الکتاب الثالث: اس کتاب میں وہ بیس قواعد کلیہ ذکر کئے گئے ہیں جنہیں فقہاء کے مابین اختلافی قرار دیا جاتا ہے۔

الْكِتَابُ الرَّابِعُ: اس کتاب میں وہ قواعد کلیہ اور احکام بیان کیے گئے ہیں، جن سے کسی عالم کا علم رہنا انتہائی معیوب تصور کیا جاتا ہے۔

الْكِتَابُ الْخَامِسُ: اس کتاب میں مختلف فقہی ابواب کے نظائر پیش کیے گئے ہیں۔

الْكِتَابُ السَّادِسُ: اس کتاب میں متشابہ چیزوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً مس اور مس میں فرق، وضو اور غسل میں فرق، سجدہ سہوا اور سجدہ تلاوت میں فرق وغیرہ۔

الْكِتَابُ السَّابِعُ: اس کتاب میں متفرق ابواب سے نظائر پیش کیے گئے ہیں اور آخر میں کسی عالم و فاضل شاعر کی ایک طویل نظم ہے جس میں ان چالیس صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے لاعلمی عذر نہیں بن سکتی۔

فقہائے حنابلہ کی کتب

القواعد النورانية الفقهية

یہ کتاب شیخ الاسلام تقی الدین، ابوالعباس، احمد بن عبدالعلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی (م ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) کی ہے۔ مصنف نے کتاب فقہی موضوعات کی اساس پر تحریر کی ہے یعنی بَابُ الطَّهَارَةِ وَ النَّجَاسَةِ سے کتاب کی ابتداء کر کے بَابُ الْإِيمَانِ وَ النَّذْوَرِ پر اسے ختم کیا ہے اور ہر باب میں متعلقہ قواعد و ضوابط، فقہاء کے اختلافات اور آراء کے ساتھ ساتھ جزئیات کا احاطہ بھی کیا ہے۔

تقریر القواعد و تحریر الفوائد

یہ کتاب حافظ ابی الفرج عبدالرحمن بن رجب الحسنبلی (م ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) کی ہے جو ”قَوَاعِدُ ابْنِ رَجَبٍ“ کے نام سے معروف ہے۔ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے جو ”بَابُ الْمَيَاهِ وَ اللَّائِنَةِ“ سے شروع ہو کر ”بَابُ الْقَضَاءِ وَ الشَّهَادَاتِ وَ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ“ پر ختم ہوتی ہے۔ ان ابواب میں کل ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قواعد کلیہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن کے آخر میں اکیس فوائد ذکر کیے گئے ہیں، جن سے متعلق مصنف مذکور کا کہنا ہے کہ یہ وہ مشہور مسائل ہیں جن میں فقہاء کا اختلاف ہے اور فقہ اسلامی میں اس کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔

القواعد و الفوائد الاصولية

یہ کتاب ابوالحسن علاء الدین بن محمد بن عباس البعلبی الحسنبلی (م ۸۰۳ھ/۱۴۰۱ء) کی ہے جو ”ابن اللحَام“ کے نام سے معروف ہیں، کتاب کا پورا نام ”الْقَوَاعِدُ وَ الْفَوَائِدُ الْأَصُولِيَّةُ وَ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا مِنَ الْأَحْكَامِ الْقَرِيبَةِ“ ہے، مصنف نے چھیانوے قواعد کلیہ درج کیے ہیں اور ہر قاعدے کے ضمن میں فقہی جزئیات بھی تحریر کی ہیں، بعض قواعد کلیہ میں استفہامیہ انداز اختیار کیا گیا ہے جن کی تشریح و توضیح کے ذریعے حقیقت واضح کی گئی ہے۔

فقہی اعتبار سے قاعدہ کے معنی اساس اور بنیاد کے ہیں اس کی جمع قواعد آتی ہے۔ فقہی اصطلاح میں قواعد کلیہ سے مراد وہ فقہی اصولی وضوابط ہیں جنہیں مختصر قانونی زبان میں اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ ان میں اپنے موضوع سے متعلقہ آنے والے تمام شرعی احکام شامل ہوں۔ فقہی کتب میں پائے جانے والے اکثر قواعد کلیہ کو اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ ان کی جزئیات تمام ابواب میں پھیلی ہوتی ہیں البتہ کچھ قواعد کلیہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی جزئیات سرف ایک آدھ باب کا ہی احاطہ کرتی ہیں۔ قاعدہ اور ضابطہ کے شرعی حکم اور اسلوب میں چونکہ کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا اس لیے اگر قاعدے کی جگہ ضابطہ اور ضابطے کی جگہ قاعدہ کا لفظ استعمال کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انسانی زندگی کے جملہ شعبوں سے متعلق قرآن و حدیث اور فقہی کتب میں احکام کے ساتھ ساتھ قواعد کلیہ بھی پائے جاتے ہیں۔ قواعد کلیہ کی جمع و تدوین میں ہر دور کے جید علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور فقہائے عظام رحمۃ اللہ علیہم نے کام کیا ہے۔ ان فقہاء کی قواعد کلیہ پر ترتیب دی ہوئی کتب کو تحقیقی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ان میں جمع و تدوین اور ساخت کے حوالے سے متعدد مناجح و اسالیب پائے جاتے ہیں۔ جمع و تدوین میں بلا عنوان ترتیب، فقہی ابواب کی ترتیب، موضوعی ترتیب، الفبائی ترتیب اور حسب ضرورت و اہمیت ترتیب وغیرہ کے عنوانات دیئے جاسکتے ہیں جب کہ ان کے استنباط میں لفظ ”الْأَصْلُ“، ”كُلُّ“، ”هَلْ“ کے علاوہ سادہ جملوں کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ قواعد کلیہ کی ضرورت و اہمیت کی وجہ سے تمام مشہور مسالک کے فقہاء نے اس موضوع پر کام کیا ہے اور ان کی کتب دستیاب ہیں۔ عصر حاضر میں قانون ساز ادارے قانون سازی کے وقت اور عدالتیں اپنے فیصلوں میں ان قواعد کلیہ سے راہنمائی لیتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ دیکھیے: الراغب الاصفہانی، "المعجم فی معنی الثامین" (م ۵، ۱۰۹۶ء) "المفردات فی غریب القرآن" تحقیق: محمد سعید کبیانی، دار محمد کرافانہ تجارت، آرا، مہاراشٹر، کراچی (س۔ن) ص ۲۰۹۔
- ۲۔ البقرہ: ۱۲۷۔۲۔
- ۳۔ آخر: ۲۶، ۱۲۹۔
- ۴۔ الخرجانی، علی بن محمد الشریف (م ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) "کتاب التعریفات" دار المنار، بیروت، لبنان (س۔ن) ص ۱۲۱۔
- ۵۔ اجموی، احمد بن محمد المصری (م ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء) "غمز عیون البصائر شرح الأشباه والنظائر" ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی پاکستان (۱۳۱۸ھ)، ص ۶۳۱۔
- ۶۔ القرانی، احمد بن ادريس، ابوالعباس، الصنهاجی (م ۶۸۳ھ/۱۲۸۵ء) "الفروق أو انوار البروق فی انواء الفروق" تحقیق: غلیل المنصور، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان (س۔ن) ص ۶۱، ۶۲۔
- ۷۔ "مجلة الاحکام العدلیة" المکتبۃ الحنفیة محلہ جنگلی پشاور پاکستان (س۔ن) ص ۱۶۔
- ۸۔ "مجلة الاحکام العدلیة" (م ۷)، ص ۱۷۔
- ۹۔ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، ابی بکر (م ۳۹۰ھ/۱۰۹۷ء) "شرح السیر الکبیر" تحقیق: ابو عبد اللہ محمد حسن محمد اسماعیل الشافعی، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان (۱۳۱۷ھ-۱۹۹۷ء)، ص ۱۳۱، ۱۳۲۔
- ۱۰۔ دیکھیے: سورۃ التوبہ: ۹۱۔
- ۱۱۔ اجموی، ص ۶۳۱۔
- ۱۲۔ علی حیدر "درر الحکام فی شرح مجلة الاحکام" دار صادر، بیروت، لبنان (س۔ن) ص ۹۱، ۹۲۔
- ۱۳۔ الرزق، مصطفیٰ احمد "المدخل الفقہی العام" دار القلم دمشق (۱۳۲۵ھ-۲۰۰۳ء)، ص ۹۶۵، ۹۶۶۔
- ۱۴۔ دیکھیے: السبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی ابن عبدالکافی "الأشباه والنظائر" تحقیق: عادل احمد عبدالموجود علی محمد حوض، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان (۱۳۲۲ھ-۲۰۰۱ء)، ص ۱۱۱، ۱۱۲۔
- ۱۵۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، "الأشباه والنظائر مع حاشیة الشیخ محمد علی الرفاعی" ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی پاکستان، ص ۸۲۔
- ۱۶۔ السبکی، ص ۱۱۱۔
- ۱۷۔ ابن رجب، عبدالرحمن، ابوالشرح "القواعد فی الفقہ الاسلامی" دار المعرفۃ بیروت، لبنان (س۔ن)، قاعدہ ثانیہ ص ۷۰۔
- ۱۸۔ دیکھیے: القرانی، ص ۶۱۔
- ۱۹۔ شریعت، قرآن و سنتی کے ان احکامات کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیے۔ جب کہ فقہ

سے مراد علماء و فقہاء کے مرتب شدہ وہ احکام ہیں جو انہوں نے قرآن و سنت سے اپنی فہم کے مطابق مستنبط کیے ہوں۔ (دیکھیے: الزرقا "المدخل الفقہی العام"، ۱۵۳/۱۔)

۲۰۔ القرانی، م۔ ن۔ ۶/۱۔ ۸۔

۲۱۔ القرانی، احمد ادریس الصنعائی "الذخیرۃ بتحقیق: محمد یونیزہ، دار الغرب الاسلامی، ۵۰/۱۔

۲۲۔ "مجلة الاحکام العدلیة"، طبع: المکتبۃ الحنفیۃ، پشاور، پاکستان (س۔ ن) (م ۱/۱)، ص ۱۶۔

۲۳۔ السیوطی کا نام عبدالرحمن بن ابی بکر اور لقب جلال الدین ہے۔ وہ مصر کی سیوط نامی ایک بستی کی نسبت سے سیوطی کہلائے۔ متعدد

علوم کے ماہر اور مجتہد ہوئے۔ تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔ (دیکھیے: عبداللہ بن سلیمان الجہزری

الثانی "المواہب السنیة" ص ۲۱؛ الزرقا "الاعلام"، ۳۰/۱۳۔)

۲۴۔ السیوطی، جلال الدین (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) "الأشباہ والنظائر فی الفروع" دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۳۱۵ھ، ص ۶۔

۲۵۔ ابن نجیم "الأشباہ والنظائر"، م۔ ن۔ ص ۸۔

۲۶۔ السبکی "الأشباہ والنظائر"، ۲۰۷/۱۔

۲۷۔ ابن الملقن، عمر بن علی الانصاری ابی حفص سراج الدین (م ۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء) "الأشباہ والنظائر" تحقیق ودراسة: احمد بن

عبدالغزیز بن احمد الخضری، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی پاکستان، (۱۳۱۷ھ)، ص ۱۵۹۔

۲۸۔ السبکی، ۲۰۷/۱۔

۲۹۔ ابن نجیم، ص ۸۵۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۸۶۔

۳۲۔ ایضاً، ص ۸۹۔

۳۳۔ ایضاً، ص ۸۹۔

۳۴۔ الزرقا، محمد بن بہادر، بدر الدین، ابو عبداللہ (م ۹۴۳ھ/۱۳۹۲ء) "المنثور فی القواعد" دار الکتب العلمیة بیروت،

(۱۳۲۱ھ/۲۰۰۰ء) ص ۸۷؛ السیوطی، م۔ ن۔ ص ۳۵؛ ابن نجیم، ص ۳۔

۳۵۔ السبکی، ۳۶۷/۱۔

۳۶۔ ایضاً، ۳۶۷/۱۔

۳۷۔ ابن نجیم، ص ۹۱۔

۳۸۔ "مجلة الاحکام العدلیة" (م ۴۴۴) ص ۲۱۔

۳۹۔ الزرقا، "المنثور فی القواعد" ۲۴۳/۳۔

۴۰۔ الزرقا، ۲۴۳/۲۔

۳۱۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث الجحانی (۲۷۵ھ/۸۸۹ء) "السنن" دار الفکر، بیروت (س۔ن)، کتاب اللباس، باب فی

لبس الشهرة (ج ۳۱/۲)، ۲۲/۲۔

۳۲۔ السیوطی، "الأشباه والنظائر فی الفروع" ص ۷۵؛ ابن نجیم، "الأشباه والنظائر" ص ۵۵۔

۳۳۔ السیوطی، م۔ن، ص ۲۲۔

۳۴۔ السیوطی، ص ۱۰۳؛ ابن نجیم، م۔ن، ص ۷۹؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م ۳۲)، ص ۲۰۔

۳۵۔ ابن نجیم، ص ۱۵۹۔

۳۶۔ السیوطی، م۔ن، ص ۸۲؛ ابن نجیم، م۔ن، ص ۶۲؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م ۵۸)، ص ۲۲۔

۳۷۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم الانصاری (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) "کتاب الخراج" تحقیق: محمد ابراہیم البنا، مکتبہ فاروقیہ،

پشاور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۴۱؛ ابن نجیم، م۔ن، ص ۶۳۔

۳۸۔ الندوی، علی احمد "القواعد الفقہیة" دار القلم، دمشق، (۱۳۲۵ھ/۲۰۰۴ء)، ص ۲۰۲۔

۳۹۔ السیوطی، م۔ن، ص ۸۴۔

۵۰۔ السیوطی، م۔ن، ص ۱۰۵؛ ابن نجیم، م۔ن، ص ۸۰؛ "مجلة الاحکام العدلیة" (م ۵۹)، ص ۲۳۔

۵۱۔ السیوطی، م۔ن، ص ۸۵۔

۵۲۔ ابو یوسف، ص ۳۲۹۔

۵۳۔ ابن نجیم، م۔ن، ص ۱۲۰۔

۵۴۔ مجلة الاحکام العدلیة (م ۹۴)، ص ۲۷۔

۵۵۔ ابن نجیم، ص ۱۱۶۔

۵۶۔ ابن حمزة محمود بن محمد، الحسینی (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء) "الفرائد البهیة فی قواعد و الفوائد الفقہیة" مطبع حبیب آفندی

خالد، دمشق، ۱۲۹۰ھ، ص ۳۱۹۔

۵۷۔ مجلة الاحکام العدلیة (م ۷۶)، ص ۲۵۔

۵۸۔ الندوی "القواعد الفقہیة"، ص ۳۲۵۔

۵۹۔ مجلة الاحکام العدلیة (م ۷۹)، ص ۲۵۔

۶۰۔ السیوطی، م۔ن، ص ۲۸۲۔

۶۱۔ الشیبانی "السمیر الکبیر" ص ۱۳۱۱؛ قاعدہ کلیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) کے قول پر مشتمل ہے جب کہ ابن

شمر م (م ۱۳۲ھ/۷۶۱ء) کا قول ہے: "أُجْبَاهُ لَيْسَ بِوَجِبٍ" (الطحاوی "مختصر اختلاف الفقہاء" ۵۰۹/۳) اسی طرح

سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ/۷۷۸ء) کہتے ہیں: "أَلْقَيْتَال مَعَ الْمُشْرِ كَيْنَ لَيْسَ بِفَرْضٍ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْبِدَايَةَ

مِنْهُمْ" (الشیبانی "السمیر الکبیر" ص ۱۳۱۱) عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں: "إِنَّهَا تَطَوُّعٌ" (ابن رشد "بداية المجتهد ونهاية

التحقيق (ص ٢٤٨).

- ٦٤- الشرح الذي ألهمه المذهب ٢٣٣٢١.
- ٦٥- والسرخسي "شرح السير الكبير" ١٣٩١.
- ٦٦- الكوفي "امانة الطالبين" ١٩٣٣.
- ٦٧- ابن نجيم "المحضر للرافق" ٨٢٥.
- ٦٨- ابن نجيم "البحر الرائق" ٢٢٥/٥.
- ٦٩- السرخسي، م. ن. ١٣٣١: ١٠٢٦، م. ن. ١٠٢٦: ١٠٢٦، الزيلعي "تبيين الحقائق"، ٣٦١/١٠.
- ٧٠- السرخسي "المبسوط"؛ ص ١٥١٠؛ مجلة الاحكام العدلية (م ٨٤)؛ ص ٢٦.
- ٧١- السرخسي ١١٢٢.
- ٧٢- الشيباني "السير الكبير"؛ ٢٤٤/٢.
- ٧٣- السرخسي "شرح السير الكبير"؛ ٩٦٣.
- ٧٤- السرخسي "شرح السير الكبير"؛ ١١٢-١١١/٢، ٣٣٢/٢.
- ٧٥- الكوفي، عبید اللہ بن حسین بن دلال، ابوالحسن، "اصول الكرخي مع قواعد الفقه"؛ تحقيق: محمد عليم الاحسان المجددي، البركتي، الصدرف پبلشرز، كراچی (١٣٠٤ھ/١٩٨٦ء)؛ ص ١١١ وما بعد.
- ٧٦- الدبوي، عبید اللہ بن عمر بن عيسى، ابوزيد، "تأسيس النظر مع قواعد الفقه"؛ تحقيق: محمد عليم الاحسان المجددي، البركتي، الصدرف پبلشرز، كراچی (١٣٠٤ھ/١٩٨٦ء)؛ ص ٢٤ وما بعد.
- ٧٧- السبكي "الأشباه و النظائر"؛ ٢١٨/١؛ السيوطي "الأشباه و النظائر في الفروع"؛ ص ٢٠؛ ابن نجيم "الأشباه و النظائر"؛ ص ٢٩.
- ٧٨- السبكي، ٢١٨/١؛ ابن الملقن "الأشباه و النظائر"؛ ٢٤٤/١.
- ٧٩- السبكي، ٢١٨/١؛ ابن الملقن، ٢٤٤/١.
- ٨٠- السيوطي، ص ٣٣.
- ٨١- ايضاً، ص ٣٥؛ ابن نجيم، ص ٣٣.
- ٨٢- السيوطي، ص ٣٦؛ ابن نجيم، ص ٣٥.
- ٨٣- السبكي، ٢٠٠/١.
- ٨٤- السبكي، ٣٣٣/١.
- ٨٥- الزركشي "المنتور في القواعد"؛ ٢٢٢/٢.
- ٨٦- ابن رجب "القواعد في الفقه الاسلامي" (قاعدة ١)؛ ص ٣.

۸۷۔ ابن رجب (قائدہ ۸۲) ص ۸۸۔

۸۶۔ ابن رجب، (قائدہ ۱۰۰) ص ۲۸۔

۸۵۔ ابن النعمان "القواعد والفوائد الاصولية" ص ۲۷۔

۸۸۔ ابن النعمان ص ۲۹۸۔

۸۹۔ ابن النعمان ص ۵۸۔

۹۰۔ شامی کا نام احمد بن محمد بن اسحاق اور کنیت ابو علی ہے۔ وہ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ انتہا درجے کے ذہین و فطین

اور مسائل اصولیہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ (اللمکنوی "الفوائد البہیة" ص ۴۱؛ الزرکلی "الأعلام" ص ۲۹۳)۔

۹۱۔ الجصاص کا نام احمد بن علی ابو بکر الرازی ہے۔ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، زاہد، فقیہ، اور فقہ حنفی کے امام تھے۔ تصنیفات میں

"احکام القرآن، شرح مختصر الکوخی، شرح مختصر الطحاوی، شرح جامع محمد، اصول الفقہ،

شرح الاسماء الحسنی اور ادب القضاء" وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔ (اللمکنوی "الفوائد البہیة فی تراجم

الحنفیة" ص ۳۶)۔

۹۲۔ دیکھیے: السمعانی، عبدالکریم بن محمد البوسعدی "الانساب بتحقیق: عبدالفتاح محمد الحلو، دار محمد امین بیروت، لبنان (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)،

ص ۳۹۰/۱۰؛ اللکنوی، ص ۱۳۹-۱۴۰؛ الفرشی "الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة" ص ۳۷۷۔

۹۳۔ مفتی محمد عظیم الاحسان البرکاتی الحجدی نے ان قواعد کی تعداد چالیس لکھی ہے (دیکھیے: "قواعد الفقہ" ص ۱۱-۲۳) جب کہ مصطفیٰ

احمد الزرقا کے نزدیک ان کی تعداد ستائیس ہے (دیکھیے: "المدخل الفقہی العام" ص ۹۷/۱۲)۔

۹۴۔ النسفی کا نام عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان ہے۔ (۴۶۱ھ/۱۰۶۹ء) وہ ماوراء النہر کے شہر نسف میں پیدا ہوئے۔

فقہائے احناف میں سے بہت بڑے مفسر، محدث، فقیہ، اور ادیب ہوئے۔ ان کی کتب میں "التیسر فی التفسیر العقائد

السنفیة" اور "کتاب المواقیت" وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ (دیکھیے: اللکنوی، ص ۱۹۳-۱۹۴)۔

۹۵۔ دیکھیے: السمعانی "الانساب" ص ۲۷۳/۵؛ اللکنوی "الفوائد البہیة" ص ۱۴۰)۔

۹۶۔ ابن خلکان کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر، ابو العباس، اربلی ہے۔ وہ عراق میں موصل کے قریب و جلد کے مشرقی کنارے

آباد شہر "اربل" میں (۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء) پیدا ہوئے اس لیے اربلی کہلائے۔ اپنے دور کے بہت بڑے مؤرخ اور ادیب

ہوئے۔ شام کے قاضی بھی رہے۔ "وفیات الاعیان و ابناء انباء الزمان" ان کی معروف تصنیف

ہے۔ (الزرکلی "الأعلام" ص ۲۴۰)۔

۹۷۔ ابن خلکان، "وفیات الاعیان و ابناء انباء الزمان" تحقیق سالم مکرم، دارالشرق، بیروت لبنان (س-ن) ص ۴۲۳۔

۹۸۔ دیکھیے: کتاب مذکور، ص ۴۳۹، ۴۳۳؛ الزرکلی "الأعلام" ص ۶۳/۸ وما بعد۔

۹۹۔ دیکھیے: کتاب مذکور، ص ۴۳۹، ۴۳۳۔